پانچویں قسط ۵



نمرہ احمد

مصحف

فارس غازی انٹیلی جنس کے اعلا عہدے پر فائز تھا۔ فارس غازی اپنے سوتیلے بھائی وارث غازی اور اپنی بیوی کے قتل کے الزام میں چار سال سے جیل میں قید ہے۔ سعدی یوسف فارس غازی کا بھانجا ہے جو اپنے ماموں فارس غازی سے جیل میں ہر ہفتے ملنے آتا ہے۔

سعدی یوسف تین بہن بھائی ہیں۔ ان کے والد کا انتقال ہو چکا ہے۔ سعدی یوسف کی والدہ نے کڑی مشقت کر کے بچوں کی پرورش کی ہے۔ حنین اور اسامہ سعدی سے چھوٹے ہیں۔ ان کی والدہ ایک چھوٹا سا ریسٹورنٹ چلاتی ہیں۔ زمر سعدی

مکمل ناول



یوسف کی پھپھو ہے۔ وہ چار سال قبل فائرنگ کے ایک واقعہ میں زخمی ہو جاتی ہے۔ فائرنگ کا الزام فارس غازی پر ہے۔ فارس غازی کو شک تھا کہ اس کی بیوی اس کے بھائی کے ساتھ انوالو ہے۔ اس نے جب فائرنگ کی تو زمر اس کی بیوی کے ساتھ تھی فائرنگ کے نتیجہ میں بیوی مرجاتی ہے اور زمر شدید زخمی ہو جاتی ہے۔ ایک انگریز عورت اپنا گردہ دے کر اس کی جان بچاتی ہے۔ فارس غازی، سعدی یوسف کا ماموں ہے۔ اسے یقین ہے کہ اس کا ماموں بے گناہ ہے۔ اسے پھنسایا گیا ہے۔ اس لیے وہ اسے بچانے کی کوشش کرتا ہے، جس کی بنا پر زمر اپنے بھتیجے سعدی یوسف سے بدظن ہو جاتی ہے۔ بدظن ہونے کی ایک اور بڑی وجہ یہ ہے کہ زمر جب موت و زندگی کی کشمکش میں ہوتی ہے تو سعدی اس کے پاس نہیں ہوتا۔ وہ اپنی پڑھائی اور امتحان میں مصروف ہوتا ہے۔

جواہرات کے دو بیٹے ہیں۔ ہاشم کاردار اور نوشیرواں۔

ہاشم کاردار بہت بڑا وکیل ہے۔ ہاشم اور اس کی بیوی شہرین کے درمیان علیحدگی ہو چکی ہے۔ ہاشم کاردار کی ایک بیٹی سونیا ہے۔ جس سے وہ بہت محبت کرتا ہے۔ ہاشم سونیا کی سالگرہ دھوم دھام سے منانے کی تیاریاں کر رہا ہے۔

فارس غازی، ہاشم کاردار کی پھپھو کا بیٹا ہے۔ جیل جانے سے پہلے وہ ہاشم کے گھر میں، جس میں اس کا بھی حصہ ہے، رہائش پذیر تھا۔ فارس غازی کے جیل جانے کے بعد اس کا پورشن مقفل ہے۔

سعدی یوسف کے لیے وہ دن خوشیوں سے بھرپور تھا جب اسے فارس غازی کے رہا ہونے کی خبر ملتی ہے۔

ہاشم نے یہ خبر سن کر عہد کیا کہ اگر اس میں سعدی کا ہاتھ ہے تو اسے اس کا حساب دینا ہوگا۔ فارس غازی جیل سے نکلتا ہے تو سعدی یوسف ان کا منتظر ہوتا ہے۔ فارس اس سے قبرستان چلنے کو کہتا ہے۔ قبرستان جا کر فارس دو قبروں پر فاتحہ پڑھتا ہے۔ وہ گاڑی سے اترتے ہوئے سعدی کا موبائل لے لیتا ہے۔ قبرستان میں وہ کسی کو فون کر کے کوئی ہتھیار منگواتا ہے۔

ہاشم کاردار، زمر کو اپنی بیٹی سونیا کی سالگرہ کا کارڈ دینے کے ساتھ سعدی کا کارڈ بھی زمر کو دے دیتا ہے۔

زمر کے والد کو اپنے پوتے سعدی یوسف سے بہت محبت ہے۔ وہ زمر سے کہتے ہیں، سعدی کی سالگرہ پرروش کرنے ان کے گھر جائے۔ وہ پھول لے کر کارڈ دینے سعدی کے گھر جاتی ہے۔ زمر کو دیکھ کر سعدی کے ساتھ تمام گھر والے حیران ہو جاتے ہیں۔ زمر، سعدی کو سونیا کی سالگرہ کا کارڈ دیتی ہے۔

زمر کے جانے کے بعد سعدی نے ہاتھ میں پکڑے سیاہ اور سنہرے کارڈ کو دیکھا۔ اسی وقت ایک منظر اس کی آنکھوں کے سامنے جھلملایا۔ اس نے ہوٹل میں ہاشم کے لیپ ٹاپ پہ فلیش ڈرائیو لگایا تھا۔ وہ اس کے لیپ ٹاپ سے ڈیٹا حاصل کرنا چاہتا تھا۔ سعدی نے جب بیگ سے ٹیبلٹ نکالا تو اسے پریس کرنے کے بعد اسکرین پہ پیغام آیا کہ آپ کی ڈیوائس کو ایک ہارڈ ڈرائیو ملی ہے کیا آپ سارا ڈیٹا کاپی کرنا چاہیں گے؟ سعدی نے مسکراتے ہوئے "یس" دبایا۔ اسکرین پہ دوسرا پیغام دیکھ کر سعدی کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔

اسکرین پہ پیغام جل بجھ رہا تھا کہ "پاس ورڈ داخل کریں" سعدی کے پاس پاس ورڈ نہیں تھا۔

سعدی یوسف، ہاشم کاردار کی سابقہ بیوی شہرین سے ایک شاپنگ مال میں مل کر کہتا ہے۔ مجھے آپ سے ہاشم بھائی کے لیپ ٹاپ کا پاس ورڈ چاہیے۔ شہرین، سعدی سے کہتی ہے کہ "تم کیا کرنے جا رہے ہو؟" سعدی زخمی مسکراہٹ کے ساتھ کہتا ہے کہ "ہاشم بھائی نے جو ہم سے چرایا تھا، میں وہ واپس چرانے جا رہا ہوں۔"

شہرین نوشیرواں کے پاس جا کر کہتی ہے کہ سونیا کو اس کی اور ہاشم کی ہنی مون کی پکچرز چاہئیں۔ یہ جھوٹ بول کر نہایت چالاکی سے شہرین نوشیرواں سے ہاشم کے لیپ ٹاپ کا پاس ورڈ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔

حنین یوسف پر اس کی دوست کی وجہ سے کمرہ امتحان میں نقل کا الزام لگتا ہے۔ ٹیچرز حنین سے کہتی ہیں کہ اس پر کیس بنے گا اور وہ تین سال تک پیپرز نہیں دے سکتی۔ وہ حنین کو آفس میں بٹھا کر چلی جاتی ہیں تو حنین کی نظر میز پہ سپرنٹنڈنٹ کے پرس کے ساتھ رکھے موبائل پر پڑتی ہے۔ حنین موبائل اٹھا کر دھڑکتے دل سے ہاشم کا نمبر ملا کر اسے تمام صورت حال

سے آگاہ کرتی ہے۔ ہاشم کچھ دیر بعد ہی امتحانی مرکز میں پہنچ جاتا ہے اور کمال ہوشیاری سے حنین کو مشکل وقت سے نہ صرف نکلواتا ہے بلکہ حنین کو پیپر مکمل کرنے کے لیے ٹیچرز سے ایکسٹرا ٹائم بھی دلوا دیتا ہے۔

پیپر دینے کے بعد حنین ہاشم کا شکریہ ادا کرتی ہے اور ہاشم سے کہتی ہے۔ کہ سعدی بھائی کو اس معاملے کے بارے میں مت بتائیے گا۔ ہاشم حنین سے پارٹی میں آنے کا پوچھتا ہے، جس پر حنین کہتی ہے کہ پارٹی میں ہم سب آئیں گے۔

قصر کے سبزہ زار میں سیاہ شام سنہرے تاروں کے ساتھ جلوہ گر تھی۔ روشنیاں، قہقہے، سیاہ اور سنہری امتزاج سے سجی سونیا کی سالگرہ کی تقریب کی رونق عروج پر تھی۔

حنین سنہری فراک میں جبکہ سعدی، سیم اور زمر سیاہ سوٹ میں ملبوس تقریب میں شریک تھے۔ شہرین ان کی میز کے پاس آکر زمر کو ڈی اے کہہ کر پکارتی ہے اور سعدی سے رسمی سا حال احوال پوچھ کر کمال مہارت سے ٹیب پکڑا کر وہاں سے چلی جاتی ہے۔ سعدی ٹیب کو کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ کر سوچتا ہے کہ آدھا کام ہو گیا مگر ابھی پاس ورڈ لینا باقی ہے۔

جواہرات دو، تین خواتین کے ساتھ سعدی اور زمر کی میز کی طرف آتی ہے۔ جواہرات اپنی فرینڈز سے زمر کا تعارف کراتی ہے پھر سعدی یوسف کا تعارف بھی کروا کر سعدی سے کہتی ہے کہ وہ اپنا شجرہ نسب ان خواتین کو بتائے۔ نوشیرواں قدرے فاصلے پر کھڑا تند نظروں سے ادھر ہی دیکھ رہا تھا۔ سعدی سمجھ جاتا ہے کہ جواہرات اس وقت نوشیرواں کی بے عزتی کا بدلہ اتار رہی ہے پھر سعدی اپنا شجرہ نسب ایسا بتاتا ہے کہ جس سے نوشیرواں کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور جواہرات کے چہرے کا رنگ اڑ جاتا ہے اسی دوران جواہرات اپنی فرینڈز سے زمر کے سابقہ منگیتر حماد کا ذکر چھیڑ دیتی ہے، جس کی وجہ سے زمر مضطرب ہو جاتی ہے۔

شہرین بڑی ہوشیاری سے سعدی کو پاس ورڈ بتا دیتی ہے۔

دوسری جانب زمر کا گیسٹ روم میں فارس سے سامنا ہو جاتا ہے فارس کو دیکھ کر زمر غصے میں باہر کی طرف آجاتی ہے۔

پاس ورڈ ملنے کے سعدی ہاشم کے کمرے میں جا کر اس کے لیپ ٹاپ پہ فلیش ڈرائیو لگا کر ڈیٹا کاپی کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

چیف سیکیورٹی آفیسر خاور، ہاشم کو اس کے کمرے کی فوٹیج دکھاتا ہے جس میں سعدی کمرے میں جاتے ہوئے نظر آتا ہے، ہاشم خاور کے ساتھ بھاگتا ہوا کمرے میں پہنچتا ہے، لیکن سعدی پکڑ میں آئے بغیر وہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

ہاشم غصے میں خاور سے کہتا ہے کہ سعدی جیسے ہی ایگزٹ پر پہنچے، اسے روکو۔ جبکہ ملازمہ فیونا ہاشم کے کہنے پر جان بوجھ کر سعدی سے ٹکراتی ہے اور اس کے کوٹ میں نیکلس ڈال کر معذرت کرتی ہوئی آگے بڑھ جاتی ہے۔

جیسے ہی زمر، سعدی، حنین اور سیم گھر جا رہے ہوتے ہیں تو خاور انہیں روک کر بتاتا ہے کہ مسز جواہرات کا نیکلس چوری ہو گیا ہے، زمر غصے میں خاور سے کہتی ہے کہ یہ میری فیملی کے بچے ہیں، ان کی تلاشی لینے سے پہلے میری تلاشی لینا ہوگی۔ اس دوران ہاشم بھی وہاں آجاتا ہے اور پھر بگڑتی صورت حال دیکھ کر انہیں جانے دیتا ہے۔

ریسٹورنٹ کا بل دینے کے لیے سعدی حنین سے اپنے کوٹ سے والٹ نکالنے کو کہتا ہے، حنین کے ہاتھ میں والٹ کے بجائے نیکلس آجاتا ہے۔ زمر کی نگاہیں نیکلس کو دیکھ کر ٹھہر جاتی ہیں، زمر غصے میں سعدی کو کہتی ہے اسے گھر ڈراپ کر دے۔

ہاشم کو پتا چل جاتا ہے کہ سعدی اس کے کمرے میں لیپ ٹاپ سے ڈیٹا کاپی کرنے آیا تھا اور شہرین نے نوشیرواں کو استعمال کر کے پاس ورڈ سعدی کو دیا تھا۔

دوسری جانب بڑے ابا زمر کو یہ بتا دیتے ہیں کہ زمر کو کسی یورپین خاتون نے نہیں بلکہ سعدی نے گردہ دیا تھا۔ یہ سن کر زمر کو بے حد دکھ ہوتا ہے۔

زمر سعدی کے ریسٹورنٹ جاتی ہے اور اسے کہتی ہے کہ بڑے ابا نے اسے بتا دیا ہے کہ اسے گردہ کسی خاتون نے نہیں بلکہ اس نے دیا ہے۔ اسی دوران فارس وہاں آجاتا ہے جسے دیکھ کر زمر نفرت آمیز نگاہ فارس پر ڈال کر وہاں سے چلی جاتی ہے۔

سعدی بہت دنوں بعد آفس جاتا ہے اور اپنی باس سارہ کو فیلڈ رپورٹ دے کر کہتا ہے کہ اس نے کام مکمل کر لیا ہے، اور

فیلڈ پہ جانے کی تیاری بھی مکمل کرلی ہے۔

مرحوم ذوالفقار یوسف کے گھر میں سعدی کے دادا' پھپھو زمر' والدہ اور بہن بھائی خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ اسی دوران حنین سعدی کے کمرے میں جاتی ہے تو وہاں سعدی کے کھلے لیپ ٹاپ کے اسکرین پہ چلتے نمبرز دیکھ کر حیران ہوتی ہے سعدی جلدی سے آکر لیپ ٹاپ پر اپنا ایک ہاتھ مار کر بند کردیتا ہے۔

ہاشم سعدی سے ملاقات کا کہتا ہے۔ وہ ہاشم کو ٹالنے کے لیے ہاں کہہ دیتا ہے۔

نوشیرواں ایک بار پھر ڈر گز لینے لگتا ہے اس بات پر جواہرات فکر مند ہے۔

حنین اپنے اور سیم کے مشترکہ کمرے میں آتی ہے جب الماری کھولتی ہے تو اس کی نظر سنہری مخملیں ڈبے پر پڑتی ہے تو اس کے اندر ایک لاکٹ رکھا تھا۔ اس کی زنجیر میں سیاہ ہیرے کی شکل کا پتھر پرویا تھا جس کے اوپر سنہرے حروف میں "اینٹس ایور آفٹر" کندہ تھا۔ یہ سعدی کی چین کا جڑواں تھا۔

سارہ آفس جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی کہ فارس آجاتا ہے۔ فارس سارہ سے پوچھتا ہے کہ کیا اس کے خیال میں اس نے ہی وارث کو قتل کیا تھا؟ سارہ جواب میں کہتی ہے کہ اسے یقین ہے کہ اسے پھنسایا گیا تھا۔

ہاشم کی سیکریٹری کال کرکے اسے بتاتی ہے کہ آج سعدی اپنی مصروفیت کی بنا پر نہیں آرہا۔ وہ سمجھ جاتا ہے کہ سعدی کو جب تک کوئی ٹھوس ثبوت نہیں ملے گا' وہ اس سے ملاقات کو یونہی ٹالتا رہے گا۔

ہاشم سعدی کو فون کرتا ہے کہ کیا ہم اچھے وقتوں میں واپس جاسکتے ہیں! جب تم مجھے دل سے ہاشم بھائی کہتے تھے۔ ہاشم کی بات پہ سعدی "شاید نہیں" کہہ کر کال کاٹ دیتا ہے۔

دوسری طرف سعدی لیپ ٹاپ پہ فائلز کھولنے کی کوشش کرتا ہے لیکن فائلز ڈیمج ہوجاتی ہیں۔ سعدی پریشان ہوکر سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیتا ہے۔ اس وقت سعدی اپنے ماضی کے اچھے وقتوں کی یادوں میں کھوجاتا ہے۔ وہ سب باتیں یاد آنے لگتی ہیں جب ہاشم کو دل سے بھائی کہتا تھا اور جواہرات کے دل میں اس نے کس طرح اپنی جگہ بنائی تھی اور نوشیرواں سے بھی اس کی اس وقت دوستی ہوگئی تھی۔ ماضی کے تمام واقعات ایک ایک کرکے سعدی کے سامنے کسی کہانی کے کرداروں کی طرح گھوم رہے تھے۔

سعدی حنین کو بتاتا ہے کہ وہ گیم کے ہائی اسکورز کی فہرست میں پہلے نمبر پر نہیں ہے' حنین حیران ہوکر اپنی گیم والی سائٹ کھول کر دیکھتی ہے تو پہلے نمبر "آنٹس ایور آفٹر" (Ants ever after) لکھا ہوتا ہے وہ علیشا ہے وہ جیتتی ہے۔ حنین کی علیشا سے دوستی ہوجاتی ہے۔

سعدی نے ہاشم کے کمپیوٹر سے جو فائلز لی تھیں' وہ انہیں ری پیٹ نہیں کرپاتا' وہ ڈیٹا تباہ ہوجاتا ہے۔

ایک رشتے دار کی شادی کی تقریب میں زمر اور سعدی کی فیملی کے ساتھ زمر کے سابق منگیتر حماد اور اس کی بیوی کرن بھی آئے ہوئے ہوتے ہیں۔ کرن زمر کو دیکھ کر اپنی کزن سے زمر کے بارے میں ایسی باتیں کرتی ہے جسے سن کر زمر کو بہت دکھ ہوتا ہے۔

اسی دوران سعدی کی والدہ ندرت زمر کو سعدی کے لیے لڑکی دکھاتی ہیں۔ زمر کو وہ لڑکی اچھی لگتی ہے۔

سیم ندرت سے کہتا ہے کہ اگر لڑکی والوں نے رشتہ دینے سے انکار کردیا تو؟

اس پر زمر کہتی ہے کہ کیوں انکار کریں گے؟ کوئی وجہ بنتی ہے کیا؟ اس بات پر حنین بے ساختہ کہتی ہے۔

"بغیر وجہ کے بھی انکار ہوجاتے ہیں جیسے آپ نے فارس ماموں کے رشتے سے انکار کیا تھا۔" یہ سن کر زمر بالکل ساکت خاموش رہ جاتی ہے۔

درحقیقت زمر کو فارس کے رشتے کے بارے میں کچھ بھی علم نہیں تھا کہ کب رشتہ مانگا گیا تھا؟ کب انکار ہوا؟ زمر کے ذہن میں یہ بات آتی ہے فارس نے اس سے ٹھکرائے جانے کا انتقام لیا تھا۔

زمر بصیرت صاحب کو فون کرکے کہتی ہے کہ اسے ایک کیس فائل چاہیے۔

"سرکار بنام فارس غازی"

"بیماری میں اور صحت میں"

اے گلاب

تم بیمار ہو۔

نادیدہ کیڑا جو رات میں اڑتا ہے۔

برستے طوفان میں۔

اس نے ڈھونڈ لیا ہے تمہارا بستر۔

سرخ لطف کا

اور اس کے گہرے خفیہ عشق نے

برباد کردی ہے

تمہاری زندگی

(ولیم بلیک کی نظم "بیمار گلاب")

(وارث غازی قتل سے تین دن پہلے)

ذوالفقار یوسف کے گھر کے چھوٹے سے کچن میں شرارت بھری خاموشی چھائی تھی۔ کاؤنٹر پہ دو ڈشز رکھی تھیں۔ اک خالی' ایک میں تازہ بیک شدہ کیک جن کی تہیں کاٹ کر اندر کریم بھری گئی تھی۔ اب اس کیک کو دوسری صاف ڈش میں رکھنا تھا۔

سعدی نے نچلا لب دبائے مسکراتے ہوئے حنین کو دیکھا جو آستینیں چڑھائے کیک کے قریب ہاتھ لے جاتی' پھر واپس کھینچ لیتی۔

"میں ڈال دوں حنہ؟"

"خبردار! یہ نرم ہے۔ ٹوٹ جائے گا۔ اسے ہاتھ بھی مت لگائیے گا۔" وہ غصے سے بولی۔

"انگلی لگالوں؟" سعدی نے انگلی اس طرف بڑھائی۔ حنین نے زور سے اس کی انگلی پہ ہاتھ مار کر پیچھے ہٹایا۔

"میں چھت سے نیچے پھینک دوں گی آپ کو۔ پھپھو کی شادی میں پلستر چڑھا ہوگا۔" آج کل حنین کی ہر بات میں دو ہفتے بعد ہونے والی پھپھو کی شادی کا تذکرہ ضرور ہوتا تھا۔

"اول فول نہ بولا کرو ہر وقت۔" ندرت نے اسے گھورتے ہوئے کفگیر دکھایا۔ سعدی دل کھول کر ہنسا۔

"یار حنہ! امی کو ابھی تک ہمارے خلاف کفگیر' جوتے اور وائپر کے علاوہ کوئی ہتھیار نہیں ملا؟"

ندرت نہ چاہتے ہوئے بھی ہنس دیں اور چولہے کی طرف مڑ گئیں۔ حنہ کا کیک ابھی تک ویسے ہی پڑا تھا اور وہ ڈرتے ڈرتے ہاتھ اس طرف بڑھا رہی تھی تب ہی فون کی گھنٹی بجی۔

ندرت نے "سعدی" کو پکارا اور سعدی نے حنین کو دیکھا' پھر نظروں سے اس کا دروازے سے فاصلہ ناپا۔ "تم قریب ہو تم اٹھاؤ۔"

اور یہ تو ان کا اصول تھا کہ جو قریب ہوگا' وہی کام کرے گا' حنین اونہہ کرکے لاؤنج میں گئی۔ جلد ہی واپس بھی آگئی۔ دوبارہ آستینیں چڑھالیں۔

"زرتاشہ آنٹی کا فون تھا۔" خود سے دس گیارہ سال بڑی زرتاشہ کو آنٹی کہنا عجیب لگتا تھا مگر پانچ ماہ سے کہہ کہہ کر وہ عادی ہوگئی تھی۔

"کیا کہہ رہی تھی؟" اس نے ندرت کا سوال نظر انداز کیا۔ وہ چمٹے اٹھا کر احتیاط سے کیک تلے لائی اسے اٹھایا اور آہستہ سے دوسری ڈش میں بچھایا۔ پھر "شکر" کہتی سیدھی ہوئی۔ سعدی ہنوز مسکرا رہا تھا۔

"وہ پوچھ رہی تھیں کہ ہم پرسوں سونیا کی سالگرہ میں آرہے ہیں یا نہیں؟"

"یہ سونیا کی سالگرہ سال میں کتنی دفعہ ہوتی ہے؟" سعدی کو حیرت ہوئی۔ "میری سالگرہ سے چھ دن بعد ہوتی ہے اس کی اور میری دو ماہ پہلے گزر چکی۔"

"مگر دو ماہ پہلے ہاشم بھائی باہر گئے ہوئے تھے' وہیر، سنالی پھر واپس آکر یہاں کا فنکشن کرنے کا وقت اب ملا ہے۔ یہ بھی زرتاشہ آنٹی نے بتایا ہے۔ ہاں مگر میں نہیں جاؤں گی۔"

ندرت نے ہانڈی میں میں چمچ ہلاتے ہوئے تعجب سے پلٹ کر اسے دیکھا جو اپنے کیک پر کافی بے ڈھنگے انداز میں کریم پھیلا رہی تھی۔ (کب سیکھے گی یہ لڑکی سلیقہ؟)

"کیوں؟"

"کیا فائدہ امیروں کی دعوت میں جانے کا اگر وہ کیمرہ' موبائل ہی اندر نہ لے جانے دیں۔ بندہ پکچرز ہی بنالیتا ہے۔"

"یہ کوئی وجہ نہیں۔ تم نے جب یہی بات پچھلی دفعہ ہاشم بھائی سے کی تھی تو انہوں نے کہا تھا کہ تم لے آیا کرو کیمرہ، تمہیں کوئی نہیں روکے گا۔ اور پھر تمہیں پارٹی کی تصویریں بھی ای میل کروادی تھیں۔"

"بس بھائی کو موقع چاہیے ان ہاشم بھائی کے دفاع کا۔ بالکل بھی نہیں پسند مجھے مصنوعی مسکراہٹوں والے ہاشم بھائی اور ان کی ممی۔ انکل اچھے ہیں' اور وہ بم پھٹے بالوں والا نوشیرواں بھی بہتر ہے۔"

پھر چونک کر سعدی کو دیکھا' ذرا قریب کھسک آئی اور سرگوشی کی۔ "آپ کی اس سے صلح ہوئی؟"

"صلح؟ بات تک نہیں ہوتی۔ جب سے ڈر گزر والی بات اس کی ممی کو بتائی تھی تب سے مجھے بس غصے سے گھور کر نکل جاتا ہے۔"

"کیا اب بھی ڈر گز لیتا ہے؟" حنین کو تجسس ہوا۔

سعدی نے اسے گھورا۔ "نہیں لیتا میرے خیال سے مگر یہ بات دہرانا نہیں آگے پیچھے۔"

"اب رکھ بھی دو اس کیک کو فریج میں۔ کھانا بننے والا ہے' پہلے وہ تو کھاؤ۔" امی نے ڈانٹ کر کہا۔ وہ کریم لگاتے ہوئے بے نیازی سے بولی۔

"امی! میں اس بات پہ یقین رکھتی ہوں کہ انسان کو خوب مزے سے ہر چیز کھالی چاہیے' اور جو منع کرے۔" نظر اٹھا کر ندرت کو گھورا۔ "اسے بھی کھا جانا چاہیے تھا۔"

ندرت کچھ کرارا سناتیں' مگر ڈور بیل بجی۔ اب کے سعدی قریب تھا۔

"جاؤ سعدی! پھپھو ہوں گی۔" وہ مسکرا کر دروازے کی طرف جانے لگا' پھر رکا' مسکراہٹ غائب ہوئی' چہرے پہ خفگی آئی' بھنویں بھینچ لیں' اور سنجیدگی سے جاکر دروازہ کھولا مگر یوں کہ ہینڈل پکڑے رکھا اور راستہ روک کر کھڑا ہوگیا۔

باہر زمر تھی۔ نکھری نکھری سی' سعدی کو دیکھ کر مسکرائی۔ وہ مشکوک نظروں سے اسے گھورتا رہا۔

"کون ہے سعدی؟" کوئی آواز نہ آنے پہ ندرت نے پکارا۔

"ایک خاتون ہیں۔ بال گھنگھریالے' آنکھیں بھوری' عمر انتیس سال' اور چہرے پہ خوشامدی مسکراہٹ۔" پھر ذرا وقفہ دے کر زمر کو مخاطب کیا۔ "جی فرمایئے؟"

وہ اسی طرح مسکراتے ہوئے بولی۔ "لارڈ وولڈیمورٹ کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

سعدی ناراضی سے پیچھے ہوا' اور دروازہ بند کردیا۔ ندرت نے کچن سے نکلتے ہوئے یہ منظر دیکھ لیا' ہکا بکا رہ گئیں۔ "پھپھو کو اندر بلاؤ۔"

"رہنے دیں امی! یہ خاتون باہر کھڑی زیادہ اچھی لگ رہی ہیں۔" منہ دروازے کے قریب کرکے اونچی آواز میں کہا۔ زمر نے مسکراتے ہوئے انگلی سے دروازہ بجایا۔ اس نے دوبارہ دروازہ کھولا' اسی سنجیدگی سے پوچھا "جی؟"

"پروفیسر اسنیپ ٹھیک ہے؟"

سعدی برا سا منہ بنا کر پھر سے دروازہ بند کرنے لگا' زمر نے جلدی سے اپنا پاؤں چوکھٹ پہ اڑا دیا۔ اور مصالحانہ انداز میں بولی۔ "اچھا چلو' تم رون ویسلے کا کردار لے لو۔ اب خوش؟"

ساتھ ہی ہاتھ میں موجود کاغذوں کا پلندہ لہرایا۔ سعدی مشتبہ نظروں سے اسے گھورتا رہا' پھر راستہ چھوڑ دیا۔ وہ مسکراتی ہوئی اندر آئی' کاغذ کے پلندے سے اس کا شانہ تھپکا' اور گول میز تک آئی۔

حنین تب ہی باہر آئی۔ زمر کو دیکھ کر مسکرائی' سلام کیا۔ وہ بھی جواباً" مسکرائی۔ فارس کے رشتے کے انکار کو ایک سال بیت چکا تھا' اور حنین کی سرد مہری ختم تو نہیں' مگر کم ضرور ہوگئی تھی۔

"آؤ بیٹھو۔ کیسی ہو تم؟" ندرت ہاتھ پونچھتی ادھر آئیں' ساتھ ہی سعدی کو لتاڑا۔ "یہ کیا طریقہ ہے' پھپھو کو اندر کیوں نہیں آنے دے رہے تھے؟"

"یہ اس وقت بالکل بھی میری پھپھو نہیں ہیں۔" وہ جل کر بولا۔ "یہ صرف پراسیکیوٹر ہیں جو ہیری پوٹر کو سزا دلوانا چاہتی ہیں۔"

(ایک تو یہ موا ہیری پوٹر بھی نا...) ندرت نے

سوالیہ ان سب کو دیکھا۔ زمر مطمئن سی مسکراتی ہوئی کرسی کھینچ کر بیٹھی۔

"میرے پرانے کالج میں ایک موک ٹرائل ہے سرکار بنام ہیری پوٹر۔ مجھے پہلے بطور جج مدعو کیا گیا تھا مگر دفاع کے پاس ایک پرانا ٹیچر تھا' اور میری پراسیکیوشن کے اسٹوڈنٹس سے بنتی بہت ہے' سو میں نے جج کے بجائے استغاثہ بننا بہتر سمجھا۔ اب اس کو دو دن سے کہہ رہی ہوں' کوئی کردار بن کر گواہی دینے کے لیے آجائے' مگر نہیں۔"

"موک ٹرائل؟" ندرت نے استفہامیہ نظروں سے دیکھا۔

"موک ٹرائل جس میں کسی فیری ٹیل' جنگی واقعہ' یا کسی بھی حقیقی یا فرضی کیس کو لے کر کارروائی کی جائے' اور فیصلہ سنایا جائے۔ مقصد عموماً" طلبا کو سکھانا ہوتا ہے۔" زمر نے وضاحت کی۔

"سرکار بنام ہیری پوٹر؟ حنین کو دلچسپی ہوئی مگر جھجکتے ہوئے پوچھا "ہیری پہ الزام کس چیز کا ہے؟"

"میں بتاتا ہوں۔" سعدی جو دو دن سے اس "غیر انسانی" کیس پہ تپا ہوا تھا' بولنے لگا۔ "یاد ہے فورتھ بک میں' ٹورنامنٹ کے اختتام پہ ہیری کے ساتھ مقابلے باز لڑکے سیڈرک کو وولڈیمورٹ نے مار دیا تھا؟"

حنین نے اثبات میں سر ہلایا۔

"مگر جب ہیری سیڈرک کی لاش اور ٹورنامنٹ کے کپ کے ساتھ واپس آیا تو پولیس نے اسے گرفتار کرلیا اور اس پہ الزام لگایا کہ اس نے ہی سیڈرک کو قتل کیا ہے۔" اور پھپھو استغاثہ میں ہیں۔ اور ہیری کو قاتل ثابت کرواکر ہی دم لیں گی۔"

زمر نے شانے اچکائے۔ "فیصلہ کرنا جج کا کام ہے۔ میں تو صرف دلائل دوں گی۔ آخر ہیری اپنے حریف کی لاش کے ساتھ ملا تھا۔"

"مگر آپ کو رون کی گواہی کی ضرورت کیوں ہے؟" سعدی الجھا۔ "رون تو ہیری کا دوست ہے' وہ تو اس کے حق میں گواہی دے گا۔"

"ہاں' ٹھیک ہے' دے دے حق میں گواہی۔" وہ اب اسے وہ کاغذ نکال کر دے رہی تھی جن میں رون سے متعلق نوٹس تھے۔ چونکہ یہ نان اسکرپٹڈ ٹرائل تھا' اس لیے مشکل تھا۔ زمر عدالت میں کوئی بھی سوال کرسکتی تھی۔ وہ ذرا متوجہ ہوکر سننے لگا۔

حنین خاموشی سے اٹھ آئی۔ امی کی ہانڈی دم پہ تھی اور وہ سعدی کے کمرے میں اس کی چیزیں جوڑ رہی تھیں۔ وہ ہفتہ پہلے آیا تھا' ڈیڑھ ماہ کے لیے۔ ملنے ملانے میں ہی یہ دن گزر گئے زمر کی شادی سر پہ تھی۔ اس سے پہلے وہ کوئی چھ ماہ قبل آیا تھا' بھاگم بھاگ چار دن کے لیے۔ بڑی امی کی وفات پہ۔ سب نے منع کیا کہ "مت آؤ' ایگزامز قریب ہیں۔" مگر وہ آگیا اور چلا بھی گیا۔

حنین امی کو مصروف دیکھ کر پلٹنے لگی' پھر سعدی کی اسٹڈی ٹیبل پر دھرا خالی مگ دیکھ کر سوچا' اگر اسے کچن میں جاکر رکھ دے تو امی پہ احسان عظیم ہوجائے گا۔ ویری گڈ۔ وہ قریب آئی' مگر مگ اٹھانے سے پہلے سعدی کے بیگ سے نکلی کتابوں تک رک گئی جو امی میز پہ ڈھیر کررہی تھیں۔ ان میں ایک کتاب کا نام منفرد سا تھا۔ اس نے وہ اٹھائی' صفحے الٹ پلٹ کیے۔ ہاشم کے دستخط' نیچے محمد اولی کے۔ بھائی کو غالباً" ہاشم بھائی نے تحفے میں دی تھی۔

حنین کرسی پہ بیٹھی' اور مزید صفحے پلٹے۔ تیرہویں صدی کے کسی عالم کی لکھی گئی عربی کتاب کا انگریزی ترجمہ۔ اس نے دیباچہ پلٹا' کوئی ناول ہو۔ مگر نہیں' وہ نان فکشن تھا۔ وہ نہیں پڑھنا چاہتی تھی' مگر پھر بھی پڑھنے لگی۔

کتاب کے صفحے کورے تھے' اور ان پہ جگمگاتے الفاظ سیاہ ہیروں جیسے۔ اور قلم سے لکھے الفاظ اگر اللہ چاہے تو صدیوں تک امر ہوجاتے ہیں۔ کتاب اور اس کے درمیان موجود سات سو سال کا فاصلہ ان الفاظ کی طاقت کو روکنے کے لیے ایسا تھا جیسے نور کے چشمے کی راہ میں رکھا کوئی لکڑی کا ٹکڑا' جیسے سنہرا پانی محسوس تک

"یہ کوئی وجہ نہیں۔ تم نے جب یہی بات پچھلی دفعہ ہاشم بھائی سے کہی تھی تو انہوں نے کہا تھا کہ تم لے آیا کرو کیمرہ، تمہیں کوئی نہیں روکے گا۔ اور پھر تمہیں پارٹی کی تصویریں بھی ای میل کروادی تھیں۔"

"بس بھائی کو موقع چاہیے ان ہاشم بھائی کے دفاع کا۔ بالکل بھی نہیں پسند مجھے مصنوعی مسکراہٹوں والے ہاشم بھائی اور ان کی ممی۔ انکل اچھے ہیں' اور وہ بم پھٹے بالوں والا نوشیرواں بھی بہتر ہے۔"

پھر چونک کر سعدی کو دیکھا' ذرا قریب کھسک آئی اور سرگوشی کی۔ "آپ کی اس سے صلح ہوئی؟"

"صلح؟ بات تک نہیں ہوتی۔ جب سے ڈر گز والی بات اس کی ممی کو بتائی تھی' تب سے مجھے بس غصے سے گھور کر نکل جاتا ہے۔"

"کیا اب بھی ڈرگز لیتا ہے؟" حنین کو تجسس ہوا۔

سعدی نے اسے گھورا۔ "نہیں لیتا میرے خیال سے مگر یہ بات دہرانا نہیں آگے پیچھے۔"

"اب رکھ بھی دو اس کیک کو فریج میں۔ کھانا بننے والا ہے' پہلے وہ تو کھاؤ۔" امی نے ڈانٹ کر کہا۔ وہ کریم لگاتے ہوئے بے نیازی سے بولی۔

"امی! میں اس بات پہ یقین رکھتی ہوں کہ انسان کو خوب مزے سے ہر چیز کھانی چاہیے' اور جو منع کرے۔" نظر اٹھا کر ندرت کو گھورا۔ "اسے بھی کھا جانا چاہیے تھا۔"

ندرت کچھ کرارا سناتیں' مگر ڈور بیل بجی۔ اب کے سعدی قریب تھا۔

"جاؤ سعدی! پھپھو ہوں گی۔" وہ مسکرا کر دروازے کی طرف جانے لگا' پھر رکا' مسکراہٹ غائب ہوئی' چہرے پہ خفگی آئی' بھنویں بھینچ لیں' اور سنجیدگی سے جا کر دروازہ کھولا مگر یوں کہ ہینڈل پکڑے رکھا اور راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔

باہر زمر تھی۔ نکھری نکھری سی' سعدی کو دیکھ کر مسکرائی۔ وہ مشکوک نظروں سے اسے گھورتا رہا۔

"کون ہے سعدی؟" کوئی آواز نہ آنے پہ ندرت نے پکارا۔

"ایک خاتون ہیں۔ بال گھنگھریالے' آنکھیں بھوری' عمر انتیس سال' اور چہرے پہ خوشامدی مسکراہٹ۔" پھر ذرا وقفہ دے کر زمر کو مخاطب کیا۔

"جی فرمایئے؟"

وہ اسی طرح مسکراتے ہوئے بولی۔ "لارڈ وولڈیمورٹ کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

سعدی ناراضی سے پیچھے ہوا' اور دروازہ بند کر دیا۔ ندرت نے کچن سے نکلتے ہوئے یہ منظر دیکھ لیا' ہکا بکا رہ گئیں۔ "پھپھو کو اندر بلاؤ۔"

"رہنے دیں امی! یہ خاتون باہر کھڑی زیادہ اچھی لگ رہی ہیں۔" منہ دروازے کے قریب کر کے اونچی آواز میں کہا۔ زمر نے مسکراتے ہوئے انگلی سے دروازہ بجایا۔ اس نے دوبارہ دروازہ کھولا' اسی سنجیدگی سے پوچھا "جی؟"

"پروفیسر اسنیپ ٹھیک ہے؟"

سعدی برا سا منہ بنا کر پھر سے دروازہ بند کرنے لگا' زمر نے جلدی سے اپنا پاؤں چوکھٹ پہ اڑا دیا۔ اور مصالحانہ انداز میں بولی۔ "اچھا چلو' تم رون ویسلے کا کردار لے لو۔ اب خوش؟"

ساتھ ہی ہاتھ میں موجود کاغذوں کا پلندہ لہرایا۔ سعدی مشتبہ نظروں سے اسے گھورتا رہا' پھر راستہ چھوڑ دیا۔ وہ مسکراتی ہوئی اندر آئی' کاغذ کے پلندے سے اس کا شانہ تھپکا' اور گول میز تک آئی۔

حنین تب ہی باہر آئی۔ زمر کو دیکھ کر مسکرائی' سلام کیا۔ وہ بھی جواباً" مسکرائی۔ فارس کے رشتے کے انکار کو ایک سال بیت چکا تھا' اور حنین کی سرد مہری ختم تو نہیں' مگر کم ضرور ہو گئی تھی۔

"آؤ بیٹھو۔ کیسی ہو تم؟" ندرت ہاتھ پونچھتی ادھر آئیں' ساتھ ہی سعدی کو لتاڑا۔ "یہ کیا طریقہ ہے' پھپھو کو اندر کیوں نہیں آنے دے رہے تھے؟"

"یہ اس وقت بالکل بھی میری پھپھو نہیں ہیں۔" وہ جل کر بولا۔ "یہ صرف پراسیکیوٹر ہیں جو ہیری پوٹر کو سزا دلوانا چاہتی ہیں۔"

(ایک تو یہ موا ہیری پوٹر بھی نا.....) ندرت نے

سوالیہ ان سب کو دیکھا۔ زمر مطمئن سی مسکراتی ہوئی کرسی کھینچ کر بیٹھی۔

"میرے پرانے کالج میں ایک موک ٹرائل ہے سرکار بنام ہیری پوٹر۔ مجھے پہلے بطور جج مدعو کیا گیا تھا مگر دفاع کے پاس ایک پرانا ٹیچر تھا' اور میری پراسیکیوشن کے اسٹوڈنٹس سے بنتی بہت ہے' سو میں نے جج کے بجائے استغاثہ بننا بہتر سمجھا۔ اب اس کو دو دن سے کہہ رہی ہوں' کوئی کردار بن کر گواہی دینے کے لیے آجائے' مگر نہیں۔"

"موک ٹرائل؟" ندرت نے استفہامیہ نظروں سے دیکھا۔

"موک ٹرائل جس میں کسی فیری ٹیل' جنگی واقعہ یا کسی بھی حقیقی یا فرضی کیس کو لے کر کارروائی کی جائے' اور فیصلہ سنایا جائے۔ مقصد عموماً" طلبا کو سکھانا ہوتا ہے۔" زمر نے وضاحت کی۔

"سرکار بنام ہیری پوٹر؟ حنین کو دلچسپی ہوئی مگر جھجکتے ہوئے پوچھا۔ "ہیری پہ الزام کس چیز کا ہے؟"

"میں بتاتا ہوں۔" سعدی جو دو دن سے اس "غیر انسانی" کیس پہ تپا ہوا تھا' بولنے لگا۔ "یاد ہے فورتھ بک میں' ٹورنامنٹ کے اختتام پہ ہیری کے ساتھ مقابلے باز لڑکے سیڈرک کو وولڈیمورٹ نے مار دیا تھا؟"

حنین نے اثبات میں سر ہلایا۔

"مگر جب ہیری سیڈرک کی لاش اور ٹورنامنٹ کے کپ کے ساتھ واپس آیا تو پولیس نے اسے گرفتار کر لیا اور اس پہ الزام لگایا کہ اس نے ہی سیڈرک کو قتل کیا ہے۔" "اور پھپھو استغاثہ میں ہیں۔ اور ہیری کو قاتل ثابت کروا کر ہی دم لیں گی۔"

زمر نے شانے اچکائے۔ "فیصلہ کرنا جج کا کام ہے۔ میں تو صرف دلائل دوں گی۔ آخر ہیری اپنے حریف کی لاش کے ساتھ ملا تھا۔"

"مگر آپ کو رون کی گواہی کی ضرورت کیوں ہے؟" سعدی الجھا۔ "رون تو ہیری کا دوست ہے' وہ تو اس کے حق میں گواہی دے گا۔"

"ہاں' ٹھیک ہے' دے دے حق میں گواہی۔" وہ اب اسے وہ کاغذ نکال کر دے رہی تھی جن میں رون سے متعلق نوٹس تھے۔ چونکہ یہ نان اسکرپٹڈ ٹرائل تھا' اس لیے مشکل تھا۔ زمر عدالت میں کوئی بھی سوال کر سکتی تھی۔ وہ ذرا متوجہ ہو کر سننے لگا۔

حنین خاموشی سے اٹھ آئی۔ امی کی ہانڈی دم پہ تھی اور وہ سعدی کے کمرے میں اس کی چیزیں جوڑ رہی تھیں۔ وہ ہفتہ پہلے آیا تھا' ڈیڑھ ماہ کے لیے۔ ملنے ملانے میں ہی یہ دن گزر گئے زمر کی شادی سر پہ تھی۔ اس سے پہلے وہ کوئی چھ ماہ قبل آیا تھا' بھاگم بھاگ چار دن کے لیے۔ بڑی امی کی وفات پہ۔ سب نے منع کیا کہ "مت آؤ' ایگزامز قریب ہیں۔" مگر وہ آگیا اور چلا بھی گیا۔

حنین امی کو مصروف دیکھ کر پلٹنے لگی' پھر سعدی کی اسٹڈی ٹیبل پہ دھرا خالی مگ دیکھ کر سوچا' اگر اسے کچن میں جا کر رکھ دے تو امی پہ احسان عظیم ہو جائے گا۔ ویری گڈ۔ وہ قریب آئی' مگر مگ اٹھانے سے پہلے سعدی کے بیگ سے نکلی کتابوں تک رک گئی جو امی میز پہ ڈھیر کر رہی تھیں۔ ان میں ایک کتاب کا نام منفرد سا تھا۔ اس نے وہ اٹھائی' صفحے الٹ پلٹ کیے۔ ہاشم کے دستخط' نیچے مجھ اولی کے۔ بھائی کو غالباً" ہاشم بھائی نے تحفے میں دی تھی۔

حنین کرسی پہ بیٹھی' اور مزید صفحے پلٹے۔ تیرہویں صدی کے کسی عالم کی لکھی گئی عربی کتاب کا انگریزی ترجمہ۔ اس نے دیباچہ پلٹا' کوئی ناول ہو۔ مگر نہیں' وہ نان فکشن تھا۔ وہ نہیں پڑھنا چاہتی تھی' مگر پھر بھی پڑھنے لگی۔

کتاب کے صفحے کورے تھے' اور ان پہ جگمگاتے الفاظ سیاہ ہیروں جیسے۔ اور قلم سے لکھے الفاظ اگر اللہ چاہے تو صدیوں تک امر ہو جاتے ہیں۔ کتاب اور اس کے درمیان موجود سات سو سال کا فاصلہ ان الفاظ کی طاقت کو روکنے کے لیے ایسا تھا جیسے نور کے چشمے کی راہ میں رکھا کوئی لکڑی کا ٹکڑا' جیسے سنہرا پانی محسوس تک

کیسے بنا بہتا چلا جائے۔

سات صدیوں کا فاصلہ عبور کرنے کے لیے ایک دروازہ تھا' اور حنین اس دروازے کے سامنے کھڑی تھی۔ اکیسویں صدی کی حنین' ٹراوزر اور لمبی قمیص میں ملبوس' آنکھوں پہ چشمہ' بال فرنچ چوٹی میں۔ وہ ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔ اسے کتاب میں داخل ہونے کے لیے یہ دروازہ کھولنا تھا۔ سو اس نے کھول دیا۔ پٹ وا ہوگئے۔ اندر روشنی تھی۔ تیز روشنی۔ حنین نے اندر قدم رکھے۔ دروازہ پیچھے بند ہوگیا۔

وہ ایک کچے راستے پہ کھڑی تھی۔ یہ تیرھویں صدی عیسوی تھی۔ ہر شے زرد' اور پھیکے رنگ کی تھی۔ دمشق کا بازار اور ارد گرد سر ڈھانپے گزرتے لوگ۔

وہ احتیاط سے قدم اٹھاتی آگے بڑھنے لگی۔ لوگ گزرتے رہے۔ اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ ایڈونچر اچھا تھا۔ وہ چلتی رہی۔

پھر وہ رکی۔ ایک مسجد نما عمارت کے سامنے مجمع لگا تھا۔ وہ قدم قدم چلتی آگے آئی۔ پنجے اٹھا کر گردن اونچی کرکے کسی کے کندھے کے اوپر سے جھانکا۔

زمین پہ ایک آدمی اکڑوں بیٹھا تھا۔ مریل اتنا گویا ہڈیوں کا پنجر ہو۔ سرخ متورم آنکھیں' ان میں چھپا کرب۔ وہ خراب حالت میں تھا۔ حالانکہ نہ اس کا لباس بوسیدہ تھا' نہ کوئی زخم کا نشان تھا' مگر مایوسی اور اذیت نے اسے نڈھال کر رکھا تھا۔ آنکھ میں کوئی ٹھہرا آنسو تھا' جو نہ وہ پیتا' نہ گراتا۔ اسے کیا ہوا تھا؟

مجمع یکایک چھٹنے لگا۔ وہ بھی پیچھے ہٹ گئی۔ ادھر ادھر دیکھا۔ لوگ عمارت کی طرف جا رہے تھے۔ وہ بھی پیچھے ہولی۔ عمارت کی نیچی چار دیواری کے پار دیکھا۔ کچھ لوگ اندر سے کسی کو اپنے ہمراہ لا رہے تھے۔ نفیس' نرم خو دکھتے شیخ معلم' وہ لوگ اب شیخ کے ساتھ کھڑے ہوگئے۔ وہ سب اس شخص کو دیکھ رہے تھے' جو ان سے بے گانہ تھا۔ یکسر بے گانہ۔

کسی صدا لگانے والے نے صدا لگائی۔

"کیا فرماتے ہیں آئمہ دین ایسے شخص کے بارے میں' جس کا دین اور دنیا اس مہلک مرض نے تباہ کردیا ہو؟ کیا ہے اس مرض کی کوئی دوا؟ اے شیخ (استاد)؟"

امام شیخ نے گردن اٹھا کر آسمان کو دیکھا اور بولے تو حنین کو ان کی آواز صاف سنائی دی' جیسے دل میں اتر گئی ہو۔

"اللہ نے اتاری ہے ہر مرض کی دوا' جو اسے جانتا ہے' وہ اسے جانتا ہے' جو اسے نہیں جانتا' وہ اسے نہیں جانتا۔"

"مگر اسے ہوا کیا ہے؟" حنین کے لبوں سے پھسلا۔ پھر زبان دانتوں تلے دبائی۔ بھلا سات صدیاں پہلے گزرے شیخ اسے کیسے سمجھ سکتے تھے؟ نہ اس کے سوال' نہ اس کے جواب' مگر شیخ نے دیکھ لیا تھا' اسے بھی' اور اس کی آنکھوں میں رقم سوال کو بھی۔ وہ مسکرا کر بولے۔

"اسے مرض عشق ہے۔"

"مرض عشق؟" اس نے تعجب سے دہرایا۔ "عشق مرض ہے؟"

"بلکہ جان لیوا مرض ہے!"

"تو۔۔۔" اس نے گردن موڑ کر اس اکڑوں بیٹھے شخص کو دیکھا اور پھر شیخ کو۔ "تو کیا مرض عشق کی بھی کوئی دوا ہے؟"

"یہ مگ رکھ کر آؤ کچن میں!" دروازے کی دوسری جانب امی آواز دے رہی تھیں' حنین نے شیخ کو دیکھا۔ وہ اس کے ٹھہرنے کے منتظر تھے' مگر وہ نہیں ٹھہری۔ دوڑ کر پیچھے گئی۔ سنہری دھوپ سے بھرے دروازے کو دھکیلا اور واپس۔

اس نے کتاب بند کی' پھر ادھر ادھر دیکھا۔ وہ بھائی کی کرسی پہ بیٹھی تھی اور ندرت سر پر کھڑی ڈانٹ رہی تھیں۔ اس نے سر جھٹکا۔ وہی پرانی عادت۔ جو پڑھتی اس کو تصور کرنے لگ جاتی اور اس زمانے میں پہنچ جاتی۔ صرف ایک پیراگراف نے اتنا اثر کیا' پوری کتاب تو پاگل کردے گی۔ ہٹاؤ بھئی' نہیں پڑھنی ایسی کتابیں۔ وہ اٹھی کتاب شیلف میں رکھ دی' عنوان قدرے مزید واضح ہوا۔

"ایک مکمل جواب اس شخص کے لیے' جس نے سوال کیا تھا' شفا دینے والی دوا کے بارے میں!"

"اچھا امی! سن لیا ہے۔" وہ ان کی بار بار کی ڈانٹ پہ چڑ کر کہتی مگ اٹھائے باہر نکل آئی۔ گول میز کے گرد پھپھو' بھتیجا ابھی تک الجھ رہے تھے۔ آگے آئی۔ زمر نے اسے دیکھا تو کوئی خیال آیا۔

"تمہاری امریکن دوست نے بھی آنا تھا شادی پہ۔ کب آئے گی وہ؟"

"پرسوں۔" وہ ہلکا سا مسکرائی۔ "اسے پاکستان گھومنے کا بہت شوق ہے۔ وہ آئے گی تو ہم سب اسکردو جائیں گے۔" اور مسکرا کر برتن لگانے لگی۔

(امی پہ دوسرا احسان)

☆ ☆ ☆

جنگ ہاری نہ تھی ابھی کہ فراز
کر گئے دوست درمیان سے گریز

آفس میں عجیب تناؤ کی سی کیفیت تھی۔ فاطمی صاحب فائل سامنے رکھے تعجب سے ایک کے بعد ایک صفحہ پلٹ رہے تھے۔ ستائش سے نظر اٹھا کر سامنے بیٹھے وارث کو دیکھا۔

"امیزنگ ورک۔ میں نے تمہیں اس کیس کا آئی او بنا کر بہت اچھا کیا۔"

وارث ہلکا سا مسکرایا' سر کو خم دیا۔ "تھینکس سر!" قدرے توقف سے اضافہ کیا۔ "یہ فائلز کرپشن چارجز کے ثبوت اور شواہد کی ہے اور کرپشن کیس کھڑا کرنے کے لیے کافی ہے۔ مگر یہ فائل۔" اس نے الگ رکھی سیاہ کور والی فائل کی طرف اشارہ کیا۔ "یہ وہ چیزیں جو ہاشم کاردار کے خلاف مجھے ملی ہیں۔ یہ ہمارے دائرہ کار سے باہر ہیں' ہم ان کو ایک دوسری ایجنسی میں بھیج سکتے ہیں۔"

"ہاں' میں ایسا ہی کروں گا۔ گڈ جاب' غازی!" انہوں نے فائل بند کرکے ایک طرف رکھی' اور اس کو دیکھا۔ وارث سر کو خم دے کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"ہمیں اریسٹ وارنٹ نکلوا لینے چاہئیں۔"

"شیور۔ میں جلد از جلد یہ کام کروں گا۔"

یہ اختتامیہ جملہ تھا۔ وارث سر ہلا کر دروازے کی طرف آیا۔ پھر باہر جانے سے قبل ایک سوچتی نظر اس نے اپنے باس پہ ڈالی۔ ایک واہمہ۔ مگر سر جھٹک کر نکل گیا۔ اس کے جاتے ہی فاطمی صاحب اٹھے' دروازہ لاک کیا۔ موبائل نکالا۔ کال ملائی اور فون کان سے لگائے' اس سیاہ فائل کے صفحے پلٹنے لگے۔

ہاشم اپنے آفس میں' میز پہ فائلز پھیلائے' الجھا بیٹھا تھا۔ موبائل کسی فائل تلے رکھا تھا۔ وائبریشن کی زوں زوں پہ اس نے ادھر ادھر ہاتھ مارا' موبائل نکالا' اور ہیلو کہا۔ قدرے اکتاہٹ سے۔ کوٹ اسٹینڈ پہ ٹنگا تھا' اور وہ ویسٹ میں ملبوس تھا۔

"کیا حال ہیں کاردار صاحب؟"

"گڈ۔ آپ سنائیے۔" موبائل کان اور کندھے کے درمیان لگائے' وہ فائل کے صفحے پلٹ رہا تھا۔

"اللہ کا کرم۔" وقفہ "سنا ہے اورنگ زیب کاردار صاحب بائی الیکشن میں حصہ لے رہے ہیں؟ اگلے الیکشن کی ریہرسل۔"

"جی' ان کے دوستوں نے ان کو سیاست میں دھکیل دیا ہے۔ خیر' گڈ فار ہم۔" وہ فون کان اور کندھے کے درمیان لگائے' شیلف تک گیا اور وہاں رکھی فائلوں کو باری باری نکال کر چیک کرنے لگا۔

"اور کوئی نئی بات؟"

"میرا بیٹا مجھ سے ذرا خفا ہے۔ اس کے لیے کار امپورٹ کروائی تھی۔ وہ کراچی پورٹ پہ کھڑی ہے' ابھی تک۔ میں مصروف تھا' میرا ایک اے ڈی ایک کرپشن کیس پہ کام۔"

"میں بالکل سمجھ گیا' فاطمی صاحب!" جھک کر ایک ڈبہ دونوں ہاتھوں میں اٹھایا اور چلتا ہوا میز تک آیا۔ ذرا سا مسکرایا بھی۔ "ایک اچھے شہری ہونے کا ثبوت دیجیے' کسٹم ڈیوٹی ادا کیجیے' اور کار کلیئر کروالیں' کیونکہ ہم کام کرتے ہیں آئل کا۔ اور تیل اور پانی میں یہی فرق ہوتا ہے۔ تیل میں کوئی جاندار شے تیر نہیں سکتی' جو گرتا ہے' وہ ڈوب جاتا ہے۔ آپ کے اے ڈی نے جو اسکینڈل بناتا ہے' بنالے' کیونکہ یہ امریکہ نہیں ہے'

یہاں لوگوں کا اخلاقیات کا معیار امریکیوں جتنا بلند نہیں ہے۔ یہاں کوئی الیشو کوئی کرپشن چارج کسی سیاستدان کا کیریئر خراب نہیں کر سکتا۔"

"میں بالکل سمجھتا ہوں یہ سب' اس لیے میں نے آپ کو فون کیا پہلے۔ آپ چاہیں تو میں کل ہی اپنے لڑکے سے استعفیٰ مانگ کر کیس بند کر سکتا ہوں۔"

"اسے جاری رکھنے دیں' شوق پورا کرلے۔ میرے باپ کے ہاتھ صاف ہیں۔"

چند لمحے خاموشی چھائی رہی۔ پھر فاطمی صاحب نے سیاہ فائل کی جلد پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے سرسری سا کہا۔

"آپ پچھلے مہینے کی دو' تیرہ' اور بائیس تاریخ کو پشاور میں ہونے والی میٹنگز میں شامل تھے' ہاشم!"

ہاشم کا ڈبہ لتا ہاتھ رکا' بے یقینی سے اس نے سر اٹھایا۔ رنگت پھیکی پڑی۔

"آپ نے درست کہا' ہاشم! کرپشن الیشوز' ڈرگز' یہ پاکستان میں کسی کو تباہ نہیں کر سکتی' مگر ایک چیز کر سکتی ہے۔ علاقہ غیر کے دہشت گردوں کے لیے منی لانڈرنگ کرنا جس کے بدلے وہ آپ کو اپنے علاقوں میں کاروبار کرنے دیتے ہیں۔ اگر آپ ایک دفعہ ملٹری کی ہٹ بکس میں آگئے' تو کوئی بھی چیز آپ کو نہیں بچا سکے گی۔"

وہ خاموش' بالکل ساکت کھڑا تھا۔ گردن میں بار بار ابھر کر معدوم ہوتی گلٹی دکھائی دیتی۔ پھر اس نے تیزی سے جھک کر قلم نکالا' نوٹ پیڈ سامنے کیا۔

"کون سی گاڑی ہے' ماڈل اور میک؟ اور کس کے نام ہے؟" وہ تیزی سے قلم کاغذ پہ گھسیٹتا تفصیلات لکھتا گیا۔ دماغ میں آندھیاں چل رہی تھیں۔

فون بند کرکے' ڈبہ وہیں چھوڑے' کوٹ کھینچ کر اتارتا' وہ باہر بھاگا' سیکریٹری گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ تیز تیز کاریڈور میں چلتا لفٹ کی طرف جا رہا تھا۔ ساتھ ہی موبائل پہ کال مل رہا تھا۔

"خاور' فوراً گھر پہنچو۔ ابھی۔"

☆ ☆ ☆

خواب تو روشنی ہیں' نوا ہیں' ہوائیں
جو کالے پہاڑوں سے رکتے نہیں

کمرہ عدالت میں کارروائی روانی سے جاری تھی۔ معزز جج صاحبان توجہ اور خاموشی سے براجمان کٹہرے میں کھڑے گواہ (لارڈ وولڈیمورٹ) کا بیان سن رہے تھے' جس سے استغاثہ کی جانب سے زمر جرح کر رہی تھی۔ وہ سرکار بنام ہیری پوٹر کا عینی شاہد تھا۔ اور پیچھے حاضرین کی نشستوں میں روش کے بائیں جانب بیٹھے لوگوں میں سے ایک سعدی بھی تھا جو خفگی سے اسے گھور رہا تھا۔

"تو آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ جس وقت مقتول لڑکا قتل ہوا' تب آپ قبرستان میں موجود تھے؟" زمر قلم ہاتھوں میں گھماتی آہستہ آہستہ کٹہرے کے سامنے دائیں بائیں ٹہل رہی تھی۔

"جی۔" وولڈیمورٹ نے تابعداری سے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ ایک اسٹوڈنٹ تھا' جو موقع کی مناسبت سے سیاہ چغے میں ملبوس تھا۔

"اور جس وقت ملزم ہیری مقتول کے ساتھ ادھر آیا' آپ قبرستان میں کیا کر رہے تھے؟"

"میں جی اپنے والد صاحب کی قبر پہ فاتحہ پڑھ رہا تھا۔" وہ بڑی ہی مسکینیت سے کہہ رہا تھا۔ سعدی نے کلس کر پہلو بدلا۔ قریب بیٹھی لڑکیوں کا ایک گروپ بمشکل ہنسی روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"آپ تو جانتی ہیں۔" معصوم لارڈ کہہ رہا تھا۔ "کہ ماشاء اللہ یہ ہیری بچپن سے ہی ماہر عملیات تھا۔ سال بھر کی عمر میں اس نے مجھے تعویذ کرکے آدھا مار ڈالا' میں تو تب سے جنگلوں میں دربدر بھٹکتا' وحشی کی زندگی گزار رہا تھا۔"

"آبجیکشن' یور آنر!" دفاع کا وکیل کھڑا ہو کر چلایا۔ جج نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"غیر متعلقہ" اس نے وجہ بتائی۔

"منظور" جج نے گواہ کو تنبیہہ کی "غیر متعلقہ باتیں مت کریں۔"

زمر نے سر ہلا کر سنجیدگی سے سوال کیا۔ "تو پھر عدالت کو بتائیے کہ اس رات کیا ہوا؟"

"ہاں جی' اس رات میں نے اسے اپنے حریف کھلاڑی کے ساتھ قبرستان میں آتے دیکھا تو میں نے پیار سے کہا کہ بیٹا' اس وقت تمہیں بستر میں ہونا چاہیے۔ مگر اس نے کہا کہ انکل' ہمارے معاملے سے دور رہو' اور پھر آؤ دیکھا نہ تاؤ' اپنے حریف کو قتل کر دیا۔ میں تو تب سے ہی حالت سوگ میں ہوں۔"

اور سعدی کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس وولڈیمورٹ کا حشر کر دے۔ سب کو پتا تھا کہ وہ ہی اصل قاتل ہے' مگر یہ اہل قانون تو قانون سے زیادہ اندھے تھے۔

اسے بھی کٹہرے میں بلا لیا گیا۔ زمر نے سوالات کا آغاز اس سے کیا۔ "کیا یہ درست ہے کہ آپ ملزم ہیری کے بہترین دوستوں میں سے ہیں؟"

"جی' یہ بات اتنی ہی درست ہے' جتنی یہ کہ ہیری بے گناہ ہے۔" وہ سامنے کھڑی زمر کی آنکھوں میں دیکھ کر مسکرا کر بولا۔ زمر نے سادگی سے اسے واپس دیکھا۔

"یعنی کہ آپ وقوعہ کے وقت موجود تھے۔؟"

"آ۔ نہیں۔" وہ گڑبڑایا۔ "مگر ہیری نے مجھے خود بتایا کہ وولڈیمورٹ نے یہ قتل کیا ہے۔"

"آپ یہ اس بنیاد پہ کہہ رہے ہیں جو ملزم نے آپ کو "بتایا" ہے؟"

"مجھے معلوم ہے' وہ سچ کہہ رہا تھا۔"

"یعنی کہ آپ کو معلوم ہو جاتا ہے کہ لوگ کیا سوچ رہے ہیں۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت میں کیا سوچ رہی ہوں؟" وہ سنجیدہ تھی۔ سعدی بالکل چپ ہو گیا۔

"اپنے جوابات میں رائے کا عنصر شامل کرنے سے گریز کیجیے۔" جج نے تنبیہہ کی۔

زمر دائیں سے بائیں چلتی ہوئی کٹہرے کے سامنے آئی۔ سنجیدگی سے سعدی کو دیکھا۔

"کیا آپ کسی چو چانگ نامی لڑکی کو جانتے ہیں؟"

"جی۔ وہ مقتول لڑکے کی گرل فرینڈ تھی اور۔" وہ بے اختیار چپ ہوا۔

"اور ملزم اسی لڑکی کو پسند کرتا تھا' اسی بنا پہ وہ مقتول سے رقابت بھی رکھتا تھا۔ کیا یہ درست ہے؟"

"آپ اس بات کو غلط رخ۔"

"ہاں یا نہیں' مسٹر رون!" وہ نرم سی سختی سے بولی۔ اس نے چار و ناچار کہا۔

"جی ہاں۔"

"اور کیا یہ بھی درست ہے کہ مقتول اور ملزم ایک ہی ٹورنامنٹ جیتنے کے لیے کوشاں تھے' جس کی وجہ سے دونوں کے درمیان معمولی سا حریفانہ جذبہ بھی تھا؟"

"جی مگر وہ اتنا کم تھا کہ اس کی بنا پہ ہیری اسے قتل نہیں کر سکتا تھا۔"

"اور کیا یہ بھی درست ہے کہ جس دن ہیری کا نام مقابلے کے لیے منتخب ہوا تھا' اس رات آپ اس سے ناراض ہوئے تھے' اور جیلس بھی؟ کیونکہ ہیری کی وجہ سے آپ کی شخصیت ہمیشہ دب جاتی تھی۔"

سعدی کا منہ بے یقینی سے کھلا رہ گیا۔ یہ سب واقعات زمر نے دہرائے تھے رات کو' مگر یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ یوں سوال کرے گی۔

"جی میں صرف جیلس ہو گیا تھا مگر بعد میں ہم ٹھیک ہو گئے اور مجھے اس ذرا سی خفگی کے لیے بھی افسوس ہے۔"

"اور اسی افسوس اور احساس جرم کے باعث آپ بار بار ہیری کی حمایت کر رہے ہیں۔"

"نہیں تو۔ میں۔"

"آپ ہیری کی حمایت نہیں کر رہے؟"

"میں۔ اس وجہ سے نہیں کر رہا۔" مگر وہ سنے بنا جج کی طرف رخ کیے کھڑی ہوئی' سر کو خم دے کر کہا۔

"اتنا کافی ہے' یور آنر!" اور واپس پراسیکیوشن کی میز کے پیچھے جا کر ٹانگ پہ ٹانگ رکھے بیٹھ گئی۔

"میں یقین نہیں کر پا رہا' ججز کے پینل نے ہیری کو مجرم قرار دے دیا۔ حد ہے۔"

فیصلہ آنے کے بعد کورٹ روم سے نکلتے ہوئے وہ خفگی سے زمر سے بولا تھا۔ زمر مسکراتی ہوئی اس کے

ساتھ چلتی جارہی تھی۔ راہداری میں ادھر ادھر گزرتے اسٹوڈنٹس کے سلام کا سر کے خم سے جواب دیتی۔ مطمئن' پرسکون سی۔

"ثبوت اس کے خلاف جاتے تھے اور اس کا دفاع کمزور تھا۔"

"سب کو پتا تھا کہ ہیری بے گناہ ہے' زمر!" گھنگھریالے بالوں والا لڑکا ہنوز خفا تھا۔

"جج فیصلے جذبات پہ نہیں کرتا' ثبوت پہ کرتا ہے۔"

"اور آپ نے کیا کیا؟ پہلے مجھ سے وہ باتیں کہلوائیں جو ہیری کے خلاف جاتی تھیں' پھر جب دیکھا کہ میری حمایت کا جج پہ اثر ہوجائے شاید' تو میری کریڈیبلٹی مشکوک کردی۔ ہیری سے جیلسی والی بات کرکے۔ میرا تو دل ہی ٹوٹ گیا۔"

زمر نے چلتے چلتے مسکرا کر آنکھیں گھما کر اسے دیکھا۔

"تم انگلینڈ جاکر تھوڑے اسمارٹ نہیں ہوگئے؟" مگر وہ خفا خفا سا چلتا رہا تو زمر نے کاغذات کا رول بنا کر اس کے کندھے پہ دھپ مارا۔ وہ ناراضی سے پلٹا۔

"موک ٹرائل ختم ہوچکا۔ حقیقی زندگی کی طرف لوٹ آؤ۔"

سعدی مسکرادیا۔ تنے اعصاب ڈھیلے پڑے۔ (دفع کرو ہیری کو' جادوگر کی اولاد نہ ہو تو!)

"آپ کی چھٹی منظور ہوگئی؟"

"ہاں؟" وہ گہری' مطمئن سانس لے کر بولی۔ وہ راہداری سے نکل کر لان تک آچکے تھے۔ اتنے سال کی پڑھائی اور جاب کے بعد یہ چھ ماہ کی چھٹی' یوں لگتا ہے جیسے صدیوں کی تھکن اتارے گی۔ کوئی تو صبح میں بھی جاگوں آفس جانے کی ٹینشن کے بغیر!

"ہوں۔ اور ہاشم بھائی کی بیٹی کی پارٹی میں آرہی ہیں؟" وہ گاڑی تک آتے ہوئے یاد آنے پہ پوچھ بیٹھا۔

"میں بالکل نہ آتی مگر اس دن ابا کورٹ آئے کام سے اور ہاشم مل گیا۔ اس نے خود دعوت دے دی۔ ابا بھرم رکھ لیں گے مگر ان کو بھی وہ میری طرح کوئی خاص پسند نہیں آیا۔"

وہ ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے بتارہی تھی۔ سعدی "گڈ" کہہ کر بیٹھ گیا۔ ہاشم بھائی کو وہ پسند نہیں کرتی تھی' اس لیے وہ اس ذکر سے کتراجاتا تھا۔

☼ ☼ ☼

میں بڑھتا ہوں زندگی کی جانب لیکن
زنجیر سی پاؤں میں چھنک جاتی ہے

راہداری میں سعدی کے کمرے کا دروازہ کھلا نظر آرہا تھا۔ اندر وہ کھڑا جلدی جلدی ٹائی پہن رہا تھا۔ ابھی مکمل تیار نہیں ہوا تھا اور پارٹی شروع ہونے میں کم وقت رہ گیا تھا۔ آگے چلتے جاؤ تو گول میز آتی۔ اندر مڑ جاؤ تو لاؤنج میں اونچی آواز سے ٹی وی چل رہا تھا۔ ایک صوفے پہ فارس' ٹانگ پہ ٹانگ جمائے' گرے کوٹ اور گول گلے کی سفید شرٹ میں ملبوس بیٹھا' بار بار گھڑی دیکھتا' اور کبھی سامنے صوفے پہ بیٹھی ندرت کو جو جیولری پہننے کے ساتھ ساتھ سیم اور سعدی دونوں کو زور سے ڈانٹ کر جلدی نکلنے کا کہہ رہی تھیں پھر توپوں کا رخ سامنے بیٹھی' خفا خفا سی' گھر کے کپڑوں میں ملبوس حنین کی طرف ہوا۔

"کب تیار ہوگی تم؟ ماموں کب سے لینے آئے بیٹھے ہیں۔"

وہ سر جھٹک کر بڑبڑا کر رہ گئی۔ "نہیں جانا مجھے کسی پارٹی وارٹی میں۔ بس اتنا کہا تھا کہ مجھے آج شام علیشا سے ملوانے کوئی اس کے ہوٹل لے جائے' مگر نہیں۔"

ندرت نے اسے نظرانداز کیا اور لینڈ لائن فون اٹھا کر ریسور کان سے لگایا' سیٹ گھٹنے پہ رکھا' نمبر ڈائل کرتے آواز لگائی۔

"سعدی! جلدی کرو' پھپھو لوگ پہنچ گئے ہوں گے۔"

فارس نے چونک کر ندرت کو دیکھا۔ "وہ لوگ بھی مدعو ہیں؟" سرسری سا پوچھا۔

(حنین نے کن آکھیوں سے فارس کا سپاٹ تاثر چہرہ دیکھا۔) "ہوں" ندرت اب ہمسائی خاتون سے فون پہ بات کرنے لگی تھیں۔ میٹھے' نرم لہجے میں۔

"السلام علیکم بھابھی۔ جی' میں ٹھیک۔ آپ نے صبح کڑھی بھیجی تھی' میں شکریہ ہی نہیں ادا کرسکی۔ جی۔ آپ نے اتنا تکلف کیا۔ ایک منٹ۔" ریسور کے ماؤتھ پیس پہ ہاتھ رکھا' غصے سے حنین کو دیکھ کر چلائیں۔ "آہستہ کرو ٹی وی کی آواز۔ آگ لگے اس ٹی وی کو۔ میں کیا کہہ رہی ہوں حنین؟ میں ایک دفعہ اٹھ گئی نا' جوتے لگا لگا کر حشر لگا دینا ہے میں نے۔"

حنین نے تلخی سے ریموٹ اٹھا کر زور سے بٹن دبایا۔ آواز بند۔ سارے اداکار گونگے ہوگئے۔ ندرت واپس نرمی سے فون پہ بات کرنے لگیں۔ وہ ان بھولی ماؤں میں سے تھیں جن کو پورا یقین تھا کہ ریسیور کے ماؤتھ پیس پہ ہاتھ رکھ دینے سے آواز دوسری طرف بالکل نہیں جاتی۔

فارس نے آنکھیں سیکڑ کر حنہ کو دیکھا۔ "تمہارا موڈ کیسے بہتر ہوگا؟ اٹالین کھانے سے؟"

"اگر اب میں نے اٹالین کھانے کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا تو میرا نام حنین نہیں۔" وہ کاٹ کھانے کو دوڑی۔

"پھر؟"

"علیشا سے ملنا ہے۔ میری دوست' مگر سب مصروف ہیں۔"

ندرت نے بات کرتے کرتے جھک کر جوتا اتارنا چاہا مگر سینڈل کے اسٹریپ بند تھے۔ اب کون کھولے' وہ بھی اس ڈھیٹ اولاد کے لیے۔ واپس کڑھی نامہ سنانے لگیں۔

فارس نے موبائل نکالا' کال ملائی۔

"وارث! تم اور سارہ آرہے ہونا؟ او کے' آپا کی طرف آکر ان سب کو لے جاؤ۔ میں حنین کو اس کی دوست کی طرف لے کر جارہا ہوں۔" موبائل بند کیا' اور ہکا بکا بیٹھی حنین کو دیکھ کر ابرو اٹھائی۔

"دس منٹ میں تیار ہوکر آؤ' ورنہ میں جارہا ہوں۔"

ندرت "نہیں' نہیں" کرتی رہ گئیں' اور وہ کرنٹ کھا کر اٹھی۔ بے یقینی سے فارس کو دیکھا۔

"مگر آپ پارٹی میں کیوں نہیں جارہے؟"

"کیونکہ میں تمہارے ساتھ جارہا ہوں۔"

وہ فوراً" بھاگی' پھر الٹے قدموں واپس آئی' فارس کے کان کے قریب جھک کر معصومیت سے پوچھا۔

"کیا جو ابھی اٹالین کے بارے میں ارادہ ظاہر کیا تھا۔ وہ واپس لے سکتی ہوں؟"

فارس نے صرف گھورا' وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر سوری' سوری کہتی اندر بھاگ گئی۔

جلدی جلدی تیار ہوئی۔ عینک اتار کر کانٹیکٹ لینز لگائے۔ (اف آنکھ میں ڈالے نہیں جاتے تھے۔ بار بار پھڑک کر باہر نکل آتے۔ بمشکل ڈالے کہ عادت نہ تھی۔ پھپھو کی شادی کے لیے خریدے تھے۔) ماتھے پہ کٹے بال چھوڑ کر باقی کے اطراف میں پن لگا کر کھلے رہنے دیے۔ نیا پرس اٹھایا جو تین ماہ قبل انگلینڈ سے مستقل واپسی پہ سارہ لائی تھی' باہر آئی۔ وارث اور سائرہ آچکے تھے۔

وارث کی گاڑی کے قریب فارس اور وہ کھڑے باتیں کررہے تھے۔ فارس فکرمندی سے کہہ رہا تھا۔

"تم استعفیٰ نہیں دوگے بھلے آج پہلی دفعہ ہی مانگا ہے' مگر مت دینا۔" ساتھ ہی حنہ کی طرف چابی اچھالی۔ اس نے کیچ کی۔ فارس کی گاڑی تک آئی۔ فرنٹ سیٹ پہ بیٹھ کر شیشہ کھول دیا۔ ان دونوں کی باتوں کی آواز پہنچنے لگی۔

"میں جس کیس کا آئی او ہوں' اس سے متعلقہ لوگوں کے تعلقات ہیں فاطمی سے' الیاس فاطمی میرا باس۔ مجھے لگتا ہے وہ مجھے بیچ آیا ہے۔" وارث کے چہرے پہ بظاہر سکون تھا' مگر وہ اضطراب چھپا رہا تھا۔

"تم کس کیس کے آئی او ہو؟"

"ظاہر ہے' یہ میں نہیں بتا سکتا' یہ کلاسیفائیڈ انفارمیشن ہے۔"

"او کے۔ مگر۔" ندرت' سعدی' سیم باہر آرہے

تھے۔ فارس نے رک کر پریشانی سے وارث کو دیکھا۔

"تم بس ابھی کچھ مت کرنا۔ ہم کل اس بارے میں بات کریں گے۔ ابھی مجھے نکلنا ہے۔ مگر تم استعفیٰ نہیں دو گے۔ ٹھیک ہے نا وارث؟" اس کو تنبیہہ کرتا۔ وہ بار بار دہراتا واپس گاڑی کی طرف آیا۔

وارث سرہلا کر پھیکا سا مسکرایا اور گاڑی کی طرف مڑ گیا۔ فارس اندر بیٹھا' چابی گھمائی' کار ریورس کی' حنین نے دیکھا' اس کا الجھا ہوا چہرہ بے حد فکر مند تھا۔ ایک لمحے کو اس نے ذہن میں دہرایا۔

"الیاس فاطمی۔۔۔ الیاس فاطمی۔" پھر علیشا سے ملنے کا خیال ذہن پہ چھا تا گیا۔ لب آپ ہی آپ مسکرانے لگے۔

وہ مگن سی ونڈ اسکرین دیکھنے لگی۔ سڑک کو کاٹتی سفید دھاریاں وقفے وقفے سے گاڑی تلے آکر غائب ہو جاتیں۔ اس نے گنا' تین' تین' تین' ایک' ٹوٹل دس اور پھر سے گنتی شروع۔

☆ ☆ ☆

بنے ہیں اہل ہوس' مدعی بھی' منصف بھی
کسے وکیل کریں' کس سے منصفی چاہیں

سونیا کی دوسری سالگرہ کی دعوت قصر کاردار کے لان کے بجائے لونگ روم اور ملحقہ ڈائننگ روم' ڈرائنگ روم وغیرہ میں منعقد کی گئی تھی۔ سارے دروازے سلائیڈنگ تھے۔ دیواروں میں گھسا دیے گئے۔ گھر کا گراؤنڈ فلور کھلا سا کمرہ بن گیا۔ مہمان ادھر ادھر ٹہل رہے تھے۔

شہرین داخلی دروازے پہ مسکرا مسکرا کر مہمانوں کو ریسیو کر رہی تھی۔ فرشی جامنی میکسی میں ملبوس' اپنا اضطراب چھپانے کی کوشش کرتی' ادھر ادھر ہاشم کو تلاش کرتی' پھر مصروف ہو جاتی۔

سیڑھیوں کے اوپر کمروں کے آگے بنی ریلنگ کے ساتھ سیاہ گاؤن میں ملبوس جواہرات کھڑی تھی۔ سرد' گہری مسکراہٹ کے ساتھ' ایک خاتون سے بات کر رہی تھی۔ بال سمیٹ کر بائیں کندھے پہ ڈالے تھے۔

دفعتاً" ہاشم پیچھے سے چلتا آیا۔ کوٹ کا بٹن کھلا تھا۔ لب بھینچے ہوئے اور آنکھوں میں سختی تھی۔ اس نے "مجھے اپنی ماں چاہیے کچھ دیر کے لیے۔" کہہ کر جواہرات کی کہنی تھامی اور اپنے ہمراہ آگے لے گیا۔ وہ قدرے حیران' قدرے چونکتی ساتھ کھنچی چلی آئی۔

"ہاشم۔۔۔ یہ۔۔۔"

"شش۔۔۔" وہ اسے اسٹڈی میں لایا۔ خاور پہلے سے موجود تھا۔ جواہرات نے تشویش سے اس کے مقابل کھڑے اسے دیکھا۔

"تم ٹھیک ہو ہاشم؟"

"ابھی؟ بالکل نہیں۔" بالوں میں ہاتھ پھیر کر' گہرے سانس لے کر خود کو ریلیکس کیا۔ تکان سے ماں کو دیکھا۔

"ہم کس کے لیے منی لانڈرنگ کر رہے ہیں۔ وہ جانتے ہیں۔"

جواہرات کا سانس رک گیا۔ "تمہارا باپ جانتا ہے؟"

"اگر وہ جانتے ہوتے تو کیا میں یہاں آپ کو زندہ کھڑا نظر آتا؟" وہ تلخی سے اسے دیکھ کر بولا۔ جواہرات کا سانس بحال ہوا۔

"نیب والے۔۔۔ وہ ہماری کمپنیز کی تفتیش کر رہے تھے۔ مگر ان کو ہماری دہشت گردوں کے گروپ سے لیے کی گئی منی لانڈرنگ کی معلومات مل گئیں۔ کیس کے سربراہ نے کہا ہے کہ انویسٹی گیشن آفیسر سے استعفیٰ لے لے گا' مگر معلوم ہے' وہ کون ہے؟"

"کون؟" وہ یک ٹک اسے دیکھتے بولی۔

"فارس کا سوتیلا بھائی وارث' آگے آپ خود سمجھ سکتی ہیں کہ ڈیڈ تک میری اور آپ کی ان سرگرمیوں کو پہنچنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔"

جواہرات نڈھال سی ہو کر کرسی پہ گر گئی۔ ماتھوں میں گرا لیا۔

"مسئلہ یہ ہے میم کہ وارث کا باس وہ کیس فائلز ہمارے حوالے نہیں کرے گا۔" خاور نے کہنا شروع کیا۔ "وہ خود پہ کوئی آنچ آنے نہیں دے گا۔ ہمیں وارث کو خود چیک کرنا ہوگا۔"

جواہرات نے سر اٹھا کر گلابی پڑتی آنکھوں سے ہاشم کو دیکھا۔

"تو تم نے اسی لیے اپنے باپ سے فارس کے بھائی کو فون کروایا' تاکہ وہ پارٹی میں ضرور آئے؟ اور ابھی ابھی میں نے دیکھا' وہ آیا بھی کھڑا ہے نیچے۔"

"ہم تین دن سے اس کو فالو کر رہے تھے میم! وہ ہاسٹل میں رہ رہا ہے' بیوی اپنی ماں کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس کا لیپ ٹاپ' فائلز' سب ہاسٹل کے کمرے میں ہوتا ہے۔ وہ ادھر ہے اور میں اس کے ہاسٹل جا رہا ہوں' ہمیں چیک کرنا ہے کہ اس کے پاس کیا' کیا ہے اور اس نے کس کس کو دکھایا ہے وہ سب۔"

"اور تم مجھے یہ سب اب بتا رہے ہو؟" وہ پھٹ پڑی' غصے سے دونوں کو دیکھا۔

"کیونکہ کل آپ انگلینڈ سے واپس آئی ہیں اور آپ ابھی مجھے نظر آئی ہیں۔"

جواہرات بپھر کر ہاشم کے سامنے کھڑی ہوئی اور غرائی۔ "تم نے کہا تھا' کچھ نہیں ہوگا۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ تم سب سنبھال لو گے' تو پھر یہ سب کیا ہے؟"

"میں کوئی عادی مجرم نہیں ہوں۔ دو سال بھی نہیں ہوئے مجھے یہ کام کرتے ہوئے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ میں اتنی جلدی نظروں میں آجاؤں گا۔"

مگر جواہرات نفی میں سرہلاتی' اس کو سنے بغیر مضطرب سی بولے جا رہی تھی۔

"ہاشم۔۔۔ ہاشم۔۔۔ اس سب کو ختم کرو۔ اس کا منہ بند کرو' کچھ بھی کرو' مگر جلدی۔" ایک سخت نظر ان دونوں پہ ڈال کر وہ باہر نکل گئی۔ ہاشم فوراً" خاور کی طرف پلٹا۔

"اس کو بالکل بھی معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ تم اس کے ہاسٹل گئے ہو۔ اس کے جانے سے پہلے آجانا' کیونکہ اگر اسے کچھ علم ہوا تو وہ انتقام میں آکر ایسی جنگ شروع کرے گا جو میں نہیں چاہتا۔"

"یس سر!" خاور اس کے ساتھ باہر نکلا۔ دونوں سیڑھیوں کے اوپر ریلنگ تک آئے۔ ہاشم نے نیچے دیکھا۔ داخلی حصے پہ شہرین سارہ سے مل رہی تھی۔ ساتھ میں دو بچیاں بھی تھیں۔ آٹھ سال کی جڑواں' کشمیری سیب جیسے گالوں والی' شرما شرما کر ماں کے پیچھے چھپتی۔ ہاشم نے خاموشی سے ان کو دیکھا۔ گردن میں گلٹی سی ابھر کر معدوم ہوئی۔ آہستہ سے بولا۔

"وارث کو ہرٹ مت کرنا خاور! اس کے بچے چھوٹے ہیں۔"

خاور اثبات میں سرہلا کر سیڑھیاں اترنے لگا۔ داخلی دروازے تک پہنچا تو وارث اندر آرہا تھا۔ اس نے خاور کو روکا۔ وہ رکا' سانس بھی گویا رک گیا۔

"میں سیل فون ساتھ لا سکتا ہوں' مجھے ضروری کالز کی فکر ہے۔" موبائل کی طرف اشارہ کیا۔ نپا تلا انداز غور سے خاور کا چہرہ دیکھتا آگیا تھا' مگر کھنچا کھنچا سا تھا۔

"شیور سر!" خاور سر کو خم دے کر آگے بڑھ گیا۔

ہاشم گہری سانس لے کر خود کو کمپوز کرتا' مسکراتا ہوا نیچے آیا۔ وارث کو نظرانداز کیا۔ وہ تب تک چھپتا تھا جب تک مقابل شک میں ہو۔ جب حقیقت کھل جائے۔ وہ چھپا نہیں کرتا تھا۔ اعتراف کر لیتا۔ اسی لیے وارث سے کوئی بات نہیں کی۔ سارہ کی طرف آیا۔ وہ زمر کے ساتھ کھڑی تھی۔ ازلی سادہ انداز میں کہتی۔

"ڈیڑھ ہفتہ رہ گیا ہے فنکشنز شروع ہونے میں۔ آپ کیسا محسوس کر رہی ہو؟"

"بالکل بلینک۔" زمر نے مسکراتے ہوئے شانے اچکائے۔ وہ میرون لمبی قمیص پہ پھول دار دوپٹہ کندھے پہ ڈالے کھڑی تھی۔ گھنگھریالے بال کھلے تھے۔ ہاشم نے پشت سے اس کے بال دیکھے اور گھوم کر سامنے آیا۔

"ہیلو سارہ۔۔۔ اور ہیلو ڈی اے۔"

زمر ذرا سا مڑی' مسکرائی' فرصت سے اسے دیکھا۔

"تھینک یو ہاشم! بہت عرصے سے آپ نے مجھ سے کوئی فیور نہیں مانگا۔"

"بہت عرصے سے میرے کسی عزیز کو کرمنل

Litigation کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔" زمر نے سر جھٹک کر جوس کا گلاس ہونٹوں سے لگایا۔ وہ سارہ کی طرف متوجہ ہوا۔

"آپ کب آئیں انگلینڈ سے؟"

"مجھے تین ماہ ہوئے ہیں ہاشم بھائی! گھر وغیرہ لینے کے چکر میں سارا وقت گزر گیا۔ جاب ابھی اسی ماہ سے شروع کی ہے۔" وہ خوش گواری سے بتانے لگی۔

"تو گھر میں کب شفٹ ہونا ہے؟"

"بس اگلے ہفتے۔" وہ خوش تھی۔ اب ہم ایک فیملی ہوں گے۔"

ہاشم نے مسکرا کر بچیوں کو دیکھا۔ ایک کا گال نرمی سے چھوا۔ "ان کے نام؟"

"امل اور نور۔" سارہ نے اپنے پیچھے چھپتی نور کو سامنے کرنا چاہا، مگر وہ راضی نہ تھی۔ ہاشم مسکرا کر رہ گیا۔ پھر کچھ دیر بعد جواہرات کو ادھر لے آیا۔

"زمر! یہ میری ممی ہیں اور یہ ہماری پبلک ڈسٹرکٹ پراسیکیوٹر' زمر یوسف۔" جواہرات مسکرا کر گال سے گال ملا کر اس سے ملی' پھر علیحدہ ہو کر بھرپور اندر تک اترتی نظر ڈالی۔

"سعدی کی آنٹی۔۔۔ ہوں۔"

پھر وہ جواہرات کو ذرا فاصلے پہ کھڑے بڑے ابا سے ملوانے لے آیا وارث ساتھ ہی کھڑا تھا۔ ہاشم بدستور اسے نظر انداز کرتا رہا۔ وہ اپنی عادت سے برخلاف نہیں جا سکتا تھا۔

✵ ✵ ✵

جائز تھی یا نہیں' تیرے حق میں تھی مگر
کرتا تھا جو کبھی وہ وکالت تمام شد

لفٹ ہوٹل کے مطلوبہ فلور پہ رکی' دروازے کھلے' پرجوش سی حنین اور منہ میں کچھ چباتا بے تاثر سا فارس باہر نکلے۔ آگے کمروں کی راہداری تھی۔ دونوں طرف دروازے' خوابیدہ زرد بتیاں روشن تھیں۔ حنین نے بڑے پیار سے ساتھ چلتے فارس کو دیکھا۔

"تھینک یو ماموں! آپ مجھے میری بیسٹ فرینڈ سے ملوانے لائے۔"

"اٹس او کے تو کیا کرتی ہے تمہاری فرینڈ؟"

حنین چلتے چلتے رکی۔ قدرے چونک کر فارس کو دیکھا۔ "سوری؟"

"مطلب پڑھتی ہے یا جاب وغیرہ؟" وہ بھی ساتھ کھڑا ہو گیا۔ علیشا کے کمرے کا دروازہ چند قدم دور تھا۔

"پڑھائی تو چھوڑ دی۔ کالج نہیں جا سکی۔ ٹیوشن فیس افورڈ نہیں کر سکتی تھی۔ اب پتا نہیں کیا کرتی ہے۔"

"اور اس کے پیرنٹس کیا کرتے ہیں؟"

"مجھے نہیں پتا' مگر آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟" وہ اب کے الجھی تھی۔

"تم نے راستے میں کہا' تم اسے تین سال سے جانتی ہو' مگر تمہیں اس کی بنیادی معلومات ہی نہیں معلوم۔"

"میں نے کبھی پوچھی نہیں۔" وہ دوبارہ چلنے لگے' مگر اب کے فارس مضطرب سا تھا اور حنین الجھی ہوئی تھی۔ روم کے باہر آ کر فارس نے کچھ سوچ کر اسے دیکھا۔

"میں اندر آنا چاہوں گا۔ مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میں تمہیں درست جگہ لایا ہوں یا نہیں۔"

"شیور!" حنین نے قدرے ناخوشی سے کہتے ہوئے دستک دی۔ دروازہ جلد ہی کھلا اور کھلتا چلا گیا۔ سیاہ شولڈر کٹ بالوں اور سرمئی سبز آنکھوں والی گوری سی علیشا سامنے ہوئی۔ مسکراہٹ لبوں پہ پھوٹتی تھی۔ سیاہ پینٹ اور سفید شرٹ میں ملبوس تھی۔ جس کے بازو کہنی تک تھے۔ کھلے سے۔ قدرے شرارت' قدرے شرماہٹ سے وہ حنین سے گلے ملی۔ الگ ہوئی۔ اسے اوپر سے نیچے تک دیکھا۔ حنین لب دبائے مسکرا رہی تھی۔

"تم بالکل اپنی ویڈیو جیسی ہو۔" پھر اس نے فارس کو ہیلو کہا اور اندر آنے کی دعوت دی۔

"یہ میرے انکل۔" حنین نے تعارف کروایا۔ پھر

اندر آ گئے۔ فارس عجیب نظروں سے علیشا کو دیکھتا' پھر ادھر ادھر دیکھتا صوفے پہ آ بیٹھا۔

حنین گرم جوشی سے بیٹھی اور باتیں کرنے لگی۔ ابھی راہداری کی گفتگو بھول گئی۔ فارس خاموشی سے بیٹھا ان دونوں کو تیز تیز انگریزی میں بولتے اور ہنستے دیکھنے لگا۔ رات کی مناسبت سے کمرے کی ساری زرد بتیاں روشن تھیں۔ علیشا نے اس دوران اٹھ کر روم سروس کال کی' آرڈر دیا۔ واپس آ کر بیٹھی تو شائستگی سے فارس سے پوچھا۔

"اور آپ کیا کرتے ہیں؟"

"گورنمنٹ سیکٹر میں جاب۔" وہ بغور اس کو دیکھتا بولا۔ "اور آپ کی جاب کیا ہے۔"

علیشا ذرا ٹھٹکی' حنین کو دیکھا۔ پھر فارس کو اور بولی۔ "میں نیشنل جیوگرافک کے لیے کام کرتی ہوں۔ ہم ایک ڈاکومنٹری بنانے ادھر آئے ہیں۔"

"اور نیشنل جیوگرافک نے آپ کو نوکری دے دی۔ حالانکہ آپ کبھی کالج نہیں گئیں؟"

علیشا نے چونک کر حنین کو دیکھا۔ جس نے بے چینی سے پہلو بدلا تھا۔ پھر فارس کو۔ مسکراہٹ مدھم ہوئی۔

"اگر میں افورڈ کر سکتی تو ضرور کالج جاتی' مگر اس جاب کے لیے ڈگری سے زیادہ میری قابلیت اہم تھی۔"

"اور کیا ڈاکومنٹری بنا رہے ہیں آپ لوگ۔"

"ہم اس شہر کے تاریخی مقامات کو کور کریں گے۔" وہ گردن اونچی کر کے مسکرا کر بولی۔ فارس نے ابرو اٹھا کر اسے سنجیدگی سے دیکھا۔

"اسلام آباد کے تاریخی مقامات کو؟"

"جی۔"

"دیٹس گریٹ' کیونکہ مجھے اپنی زندگی کے تینتیس سالوں میں اسلام آباد میں کوئی تاریخی مقام ملا ہی نہیں۔ کیا آپ کو نیٹ جیو والوں نے نہیں بتایا کہ یہ شہر 60ء کی دہائی میں بنایا گیا ایک مصنوعی شہر ہے؟"

علیشا نے تھوک نگلا۔ "میرا مطلب تھا' تاریخی اہمیت کی حامل عمارتیں' جیسے سپریم کورٹ' پارلیمنٹ' پرائم منسٹر ہاؤس وغیرہ۔"

"تو آپ کون سا کیمرہ استعمال کرتی ہیں؟ ہمیں اچھا لگے گا اگر آپ ہمیں اپنے کیمرے دکھائیں۔" فارس نے ادھر ادھر دیکھا' جیسے کچھ تلاشا ہو۔

حنین بالکل چپ سی ہو کر بیٹھی' باری باری دونوں کا چہرہ دیکھتی سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ گفتگو کس سمت جا رہی ہے۔

"میں۔۔۔ دراصل کیمرہ ورک نہیں کرتی۔" علیشا کی مسکراہٹ بالکل غائب تھی۔ وہ ذرا رکی اور پھر روانی سے بولتی گئی۔ "میں کمپیوٹرز میں اچھی ہوں۔ مجھے مختلف کمپنیاں اپنی ویب سائٹس کی سیکیورٹی چیک کرنے کے لیے ہائر کرتی ہیں۔ یہ ایک فری لانس جاب ہے۔"

"یہ فقرے مجھے آپ کا پہلا سچ معلوم ہوئے ہیں۔" فارس کے کہنے پر اس کی رنگت پھیکی پڑ گئی۔

"آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ میں یہ سب گھڑ رہی تھی؟"

"میں یہ کہہ رہا ہوں کہ جو آپ گھڑ رہی تھیں۔ اس میں بہت جھول ہیں۔"

حنین پرس اٹھا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ علیشا اور فارس نے بے اختیار اسے دیکھا۔ "بیٹھو پلیز۔"

"نہیں۔۔۔ ہمیں پارٹی پر جانا ہے۔ ہمیں دیر ہو رہی ہے' چلیں ماموں!" اور پھر وہ علیشا کے اصرار پہ بھی نہیں رکی۔ علیشا نے ایک گفٹ پیک اس کے ساتھ کر دیا۔ اس نے کھولا بھی نہیں' لب بھینچے' تندی سے ابرو سکیڑے راہداری میں چلتی گئی۔

"وہ اچھی لڑکی ہے۔ مگر وہ بہت کچھ چھپا رہی ہے اور یہ نیٹ جیو والی کہانی بالکل۔۔۔" فارس سنجیدگی سے ساتھ چلتا کہہ رہا تھا کہ وہ طیش سے اس کی طرف گھومی۔

"تھینک یو سو مچ ماموں! میری بیسٹ فرینڈ کے ساتھ وہ کرنے کا جس کا آپ کو حق نہ تھا۔" احساس

توہین سے اس کا چہرہ سرخ دہکنے لگا۔

"میں نے صرف چند سوال کیے تھے۔ مجھے حق ہے کہ میں تمہاری انٹرنیٹ فرینڈ کو چیک کرسکوں۔"

"کیا ایسے کیا جاتا ہے مہمانوں کے ساتھ؟ وہ کتنا ہرٹ ہوئی ہوگی۔ اس سے بہتر تھا کہ آپ مجھے لاتے ہی نہ۔"

"وہ جھوٹ بول رہی تھی اور میں اس کا جھوٹ پکڑ رہا تھا۔"

"کیا میں نے بھی آپ کی باتیں پکڑ کر پھپھو کو بتایا کہ وہ نوزین آپ نے ان کو بھیجی تھی؟"

شدت جذبات میں جو اس کے منہ میں آیا بولتی چلی گئی اور احساس ہونے پہ ایک دم چپ ہوئی۔ سانس تک رک گیا۔ فارس نے بری طرح چونک کر اسے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں تعجب' بے یقینی' حتیٰ کہ صدمہ بھی تھا۔ وہ اسی طرح اسے دیکھتا رہا جواب بظاہر خود کو سنبھالے کھڑی' اندر سے ڈر رہی تھی۔

"تم کون ہو حنین؟"

☼ ☼ ☼

ہاں تلخی ایام ابھی اور بڑھے گی
ہاں اہل ستم مشق ستم کرتے رہیں گے

ہلکا ہلکا میوزک پس منظر میں بج رہا تھا۔ ہاشم گلاس پکڑے مسکراتا ہوا لونگ روم کے اس کونے میں آیا جہاں زرتاشہ کھڑی تھی۔ فون پہ بار بار نمبر ملا کر مایوسی سے بند کرتی' سیاہ ساڑھی میں ملبوس' سیاہ بال بالکل شہرین کے انداز میں کٹے۔ فون بند کرتے ہوئے گردن اٹھائی تو ہاشم کو سامنے کھڑا دیکھا' وہ مسکرا رہا تھا۔ وہ پھیکا سا مسکرائی۔ اس کی آنکھیں بڑی اور سیاہ تھیں اور رنگت سنہری۔

"پریشان ہو؟"

زرتاشہ نے اثبات میں گردن ہلائی۔ "فارس معلوم نہیں کدھر رہ گئے۔" پھر قریب کھڑے سعدی کو پکارا۔ "سعدی!"

وہ جو ہنستے ہوئے زمر سے کچھ کہہ رہا تھا۔ پلٹا اور تابعداری سے چلتا ادھر تک آیا۔ "جی!"

"فارس؟"

"اوہ ہاں۔۔۔ وہ حنہ کو اس کی فرینڈ کی طرف لے گئے ہیں۔ امی نے منع بھی کیا۔ مگر۔۔۔" تب ہی کسی نے سعدی کو پکارا۔ وہ مسکرا کر ہاشم بھائی کو دیکھتا واپس چلا گیا۔

"حنہ؟ اوہ۔۔۔ وہ سعدی کی چھوٹی چالاک بہن۔" ہاشم کو یاد آیا۔ اس نے مسکراتے ہوئے گہری نظروں سے زرتاشہ کے چہرے پہ چھاتا دبا دبا غصہ دیکھا۔

"یعنی فارس ایک دفعہ پھر کسی اہم موقع سے غائب ہے؟"

"گھر سے پارٹی کے لیے تیار ہو کر نکلے تھے' پھر پتا نہیں کیا ہوا۔ وہ ہر تقریب پر تو یوں نہیں کرتے۔"

"ہاں' وہ صرف اس تقریب پہ یوں کرتا ہے جہاں یہ ہوتی ہے۔" دھیمے سے کہتے ہاشم نے ابرو سے اشارہ کیا۔ زرتاشہ نے چونک کر اس طرف دیکھا۔ سعدی اور زمر' جواہرات کے ساتھ کھڑے تھے۔ زرتاشہ نے الجھ کر واپس ہاشم کو دیکھا۔

"یہ تو سعدی کی پھپھو ہے۔"

"اور فارس کی پرانی ٹیچر بھی۔ کیا تم ہی نے مجھے نہیں بتایا تھا کہ زمر کے والد نے جو تمہاری شادی کی دعوت کی تھی' اس سے بھی فارس تھوڑی دیر بعد غائب ہو گیا تھا۔ اور جب میں نے تم سب کو' زمر سمیت انوائیٹ کرنا چاہا تھا تو اس نے مجھ سے خود کہا کہ مجھے زمر کو نہیں بلوانا چاہیے' صرف گھر کے لوگ کافی ہیں۔"

"تو؟"

"اوہ! کیا تمہیں نہیں معلوم کہ فارس نے زمر کا رشتہ مانگا تھا مگر کسی وجہ سے انکار ہو گیا۔ سعدی نے ایک دفعہ ممی کو بتایا تھا۔" ہاشم ذرا سے شانے اچکائے۔ زرتاشہ حق دق سنتی رہی۔

"میں نے تو کبھی یہ نہیں سنا۔"

"تمہاری شادی کو ہوئے بھی کتنے دن ہیں؟ صرف پانچ ماہ!"

زرتاشہ نے گردن پوری موڑ کر زمر کو دیکھا۔ زمر اب سارہ سے بات کر رہی تھی۔ نیم رخ دکھائی دیتا۔ گھنگریالی لٹ گال پہ گرتی۔ دمکتا چہرہ، مسکراہٹ سے بھرپور۔ ہیرے کی لونگ اسی طرف تھی۔ زرتاشہ نے تندی اور غصے سے واپس رخ پھیرا۔

"اوکے۔ مجھے تمہیں نہیں بتانا چاہیے تھا۔ مجھے یقین ہے ان دونوں کے درمیان اب کچھ نہیں ہے۔ یہ ایک پرانی بات تھی۔" ذرا وقفہ دے کر' گلاس لبوں سے لگایا' پھر بولا۔ "یہ ساڑھی اچھی ہے' کیا اسی ڈیزائنر کی ہے جہاں شیری تمہیں لے کر گئی تھی؟"

زرتاشہ کی آنکھوں میں اداسی چھائی۔ گردن دائیں سے بائیں ہلائی۔

"فارس نے کہا' وہ افورڈ نہیں کر سکتے تو میں نے وہ آرڈر کینسل کروا دیا۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟ بے منٹ شیری کے بل میں ہو جاتی۔ تم نے مجھے بتایا ہوتا۔"

"فارس کو اچھا نہ لگتا۔ رہنے دیں ہاشم بھائی۔" وہ اداسی سے رخ موڑ گئی۔

اورنگ زیب کاردار گزرتے ہوئے سعدی کے پاس کے' (زمر کو دیکھا تک نہیں) صرف تنے ابرو سے اس سے سوال کیا۔ "تمہاری بہن نہیں آئی؟" چہرے پہ تنی' اور سرد مہری تھی۔ سعدی فوراً" سے وجہ بتانے لگا۔ وہ "ہوں" کر کے آگے بڑھ گئے۔ سعدی واپس آیا تو زمر سارہ سے بات کر رہی تھی۔ وہ بور سا ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگا' تب ہی داخلی دروازے سے جگہ چھوڑ کر آتی شہرین پہ نظر پڑی۔ اس نے بھی ایک تیز سخت نظر سعدی پر ڈالی اور آگے بڑھ گئی۔ وہ خاموش کھڑا رہا۔ نوشیرواں انگلینڈ ہی تھا' اگر وہ ہوتا تو شاید سعدی پارٹی میں نہ آتا۔

لاؤنج کے کونے میں خاموش کھڑے' سب کو باریک بینی سے دیکھتے وارث کا موبائل بجا۔ اس نے فون نکالا' اور پیغام دیکھا۔ سسٹم آن کا الرٹ آ رہا تھا۔

وارث اپنی جگہ منجمد ہو گیا۔ اس کا کمپیوٹر اس کے کمرے میں تھا' اور اس کو پیغام بھیج کر بتا رہا تھا کہ کوئی اسے آن کر رہا ہے۔ تو کیا کوئی اس کے کمرے میں تھا؟

اس کا چہرہ سفید پڑ گیا۔ وہ سارہ کے قریب آیا' ہلکی سی سرگوشی کی۔

"میں ایک کال کرنے لان میں جا رہا ہوں' زیادہ دیر ہو جائے تو کہہ دینا کہ میں کہیں آگے پیچھے ہوں۔ اگر جلدی نہ آؤں تو فارس تمہیں گھر لے جائے گا۔"

وہ حیران سی مڑی' سمجھ کر اچھا کہا' اور وارث دھیمی رفتار سے چلتا نکل آیا۔ باہر آ کر اس کی رفتار تیز ہو گئی۔ دل میں عجیب سے خیالات آ رہے تھے۔

ڈائننگ ہال کے کونے میں کھڑے بظاہر کسی سے مسکرا کر بات کرتے ہاشم کو علم تک نہیں ہو سکا کہ وہ کب وہاں سے نکلا ہے۔ یہ رپورٹ اسے خاور دیا کرتا تھا' اور خاور نہیں تھا۔ نہ اس کی کوئی کال آئی تھی۔ ہاشم کا بمشکل چھپایا اضطراب بڑھتا جا رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

جینے کے فسانے رہنے دو' اب ان میں الجھ کر کیا لیں گے؟

ہوٹل کے ریسٹورنٹ ایریا میں زرد روشنیوں نے سحر انگیز سا فسوں طاری کر رکھا تھا۔ حنین اور فارس آمنے سامنے بیٹھے تھے' یوں کہ حنین کا سر جھکا تھا۔ وہ گھر نہیں گئے' یہیں آ گئے تھے۔ اب اپنی زبان کی پھسلن پہ حنین شرمندہ تھی۔

"تمہیں کیسے پتا چلی نوزین والی بات؟" فارس نے سنجیدگی مگر نرمی سے پوچھا۔ حنین نے خفا خفا سا چہرہ اٹھایا۔

"آپ کی گاڑی میں دیکھی تھی۔ مجھے کیا پتا تھا کہ آپ وہ پھپھو کو "یوں" بھیجیں گے۔"

"میں نے "یوں" نہیں بھیجی تھی۔" فارس کے ماتھے پہ عادتاً" بل پڑے۔ "صاف بات کرتا ہوں۔ اس وقت مجھے لگا' میری ان سے شادی ہو جائے گی' اور وہ میری لکھائی پہچان جائیں گی۔ نام اس لیے نہیں لکھا کہ کوئی اور دیکھ کر غلط نہ سمجھ لے۔"

"پھر آپ نے زرتاشہ آنٹی سے شادی کیوں کر لی!"

"کیونکہ تمہاری پھپھو سے رشتے کو انکار ہو گیا تھا۔ بات ختم۔ آپا کہہ رہی تھیں' زرتاشہ سے کر لو' میں نے کر لی۔ میں اس شادی سے خوش ہوں۔"

"مگر میں خوش نہیں ہوں۔" وہ سر جھکائے' کولڈ ڈرنک میں اسٹرا گھماتی روٹھی روٹھی سی بولی۔ "مجھے غصہ ہے پھپھو پہ کہ انہوں نے انکار کیوں کیا؟"

"ان کی والدہ نے انکار کیا تھا۔ ان کو تو معلوم بھی نہیں ہو گا۔"

"میں نہیں مانتی!"

"واٹ ایور حنہ۔ میں یہ صرف اس لیے بتا رہا ہوں کہ یہ بات اپنے ذہن سے نکال دو' میرا ان سے کوئی افیئر نہیں تھا۔ اب ان کی شادی ہو رہی ہے۔ کوئی بھی بات ہمارے منہ سے ایسی نہیں نکلنی چاہیے جو ان کو ہرٹ کرے۔"

"اوکے۔" حنین نے سر مزید جھکا لیا۔ فارس چند لمحے خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

"ان کو کہنا' یہ لونگ اب ان پہ سوٹ نہیں کرتی' اس کو اتار کر کوئی اور پہن لیں۔"

"میں نے کہا تھا' آپ کی شادی کے اگلے دن ہی کہا تھا' مگر وہ کہتی ہیں' مجھے اس کی عادت ہو گئی ہے اور میں تبدیلیوں کے ساتھ بہت دیر سے ایڈجسٹ کرتی ہوں سو اسی کو پہنے رکھوں گی۔"

فارس نے سر ہلایا' پیچھے ہو کر بیٹھا' جوس کا گلاس لبوں سے لگایا اور مسکرایا۔ "تم سے تو ڈرنا چاہیے حنین۔"

ہلکا سا مسکرا کر حنین نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"اسی لیے آپ علیشا کی فکر نہ کریں۔ وہ کوئی جھوٹ نہیں بول رہی۔ اب ہم چلتے ہیں۔ پارٹی پہ بھی جانا چاہیے۔" وہ اٹھ گئی تو فارس والٹ نکالتا کھڑا ہو گیا۔

☼ ☼ ☼

وہ آئیں تو سرِ مقتل' تماشا ہم بھی دیکھیں گے

یہ شب کی آخری ساعت گراں کیسی بھی ہو ہمدم

وارث غازی کے ہاسٹل کمرے میں اندھیرا تھا۔ خاور' ہاتھوں پہ دستانے چڑھائے' کرسی پہ بیٹھا' غور سے اسکرین کو دیکھتا' لیپ ٹاپ پہ ٹائپ کیے جا رہا تھا۔ یکے بعد دیگرے ڈاکومنٹس کھلتے جا رہے تھے۔ ڈاکومنٹس encrypted تھے' ان کے تالے توڑنے میں وقت لگ رہا تھا' اور ابھی تو بہت سا کام رہتا تھا۔ بار بار محتاط نظروں سے دروازے کو بھی دیکھتا۔ وہ اندر سے بند کر چکا تھا۔

یکایک باہر جوتوں کی آواز آئی۔ خاور پھرتی سے اٹھا' لیپ ٹاپ آف کیا۔ جو کاپی کر رہا تھا' اس کی فلیش کھینچ لی۔ کھڑکی کی طرف آیا' پھر واپس مڑا۔ اونہوں۔ کھڑکی نہیں۔ وہ قد آدم الماری میں آ کھڑا ہوا' پٹ بند کر دیے' تیار' چوکنا۔ ادھر کوئی الماری کھولتا' ادھر وہ اس پر حملہ کرتا۔

چابی گھمانے کی آواز اسے سنائی دی' پھر دروازہ کھلا۔ ڈیم اٹ۔ یہ وارث ہو گا۔ ہاشم صاحب نے اسے کیوں نہیں بتایا کہ وہ پارٹی سے نکل چکا ہے۔ اسے کوفت ہوئی۔

پٹ کی ذرا سی درز کھولے رکھی تھی۔ وارث اندر آیا' کوٹ صوفے پہ پھینکا' جلدی سے کھڑکی چیک کی' وہ اندر سے بند تھی۔ پھر لیپ ٹاپ کی طرف آیا' اس کی اسکرین اٹھائی۔ وہ بند تھا۔ وارث نے اس پہ ہاتھ رکھا۔ گرم تھا۔ یعنی کہ کوئی ادھر تھا۔

اس نے لیپ ٹاپ آن کیا' اور کرسی کھینچ کر بیٹھا۔ ساتھ ہی موبائل نکالا کال ملا کر کان سے لگایا۔ خاور نے دروازے کو پکڑے پکڑے آگے ہو کر درز سے جھانکا۔ وارث کی اس کی طرف پشت تھی' وہ اتنا قریب تھا کہ خاور اس کے سانس کی آواز بھی سن سکتا تھا۔ اپنا سانس اس نے منہ پہ دوسرا ہاتھ رکھ کر گویا دبا رکھا تھا۔

"سر! میں جانتا ہوں' آپ نے مجھے ہاشم کے ہاتھوں بیچ دیا ہے۔" وارث غصے سے فون پہ کہہ رہا تھا۔ "اس لیے اب آپ چاہیں تو مجھے معطل کر دیں' مگر وہ تمام ثبوت اور ریکارڈز ایک دوسری ایجنسی کو بھیج رہا ہوں'

اب ہم دونوں یہ جاننے والے واحد بندے نہیں رہیں گے۔ اب ہاشم اور اس کی ماں کے خلاف انسداد دہشت گردی ایکٹ تلے تفتیش ہونے سے آپ نہیں روک سکتے۔ کیا آپ نے سنا جو میں نے کہا سر!"

اور غصے سے فون بند کر کے میز پہ ڈالا۔ وہ گہرے گہرے سانس لے رہا تھا۔ غم، غصہ، بے بسی اس کے وجود سے چھلکتی تھی۔ اب آریا پار، بس اب وہ جو کرے گا تا، ساری دنیا دیکھے گی۔

وہ ایک فیصلہ کر کے اب ای میل کھول رہا تھا۔ نئی ای میل کا آپشن کلک کیا۔ فارس کا ایڈریس ڈالا۔ لب بھینچے، سوچتے ہوئے وہ ڈاکومنٹس کھولنے لگا اسے کیا کیا بھیجنا تھا؟

خاور کی آنکھیں فکرمندی سے سکڑیں۔ اس نے فارس کے نام کے پہلے حروف پڑھ لیے تھے۔ وہ جانتا تھا کہ اس سب کا کیا مطلب ہے۔ بس ایک لمحہ لگایا اس نے فیصلہ کرنے میں، اور آندھی طوفان کی طرح پٹ دھکیلے۔ وارث چونک کر پلٹنے لگا مگر اس سے پہلے ہی خاور نے پستول اس کے سر کی پشت پہ دے مارا۔ وہ اندھے منہ کمپیوٹر ٹیبل پہ جاگرا، اور نیچے لڑھک گیا۔ لمحے بھر کو سارے میں سکوت چھا گیا۔

خاور جھکا، اور اسے سیدھا کیا۔ اس کی بند آنکھیں کھلیں، وہ کراہا بھی تھا، خاور کو بھی دیکھا۔ آنکھوں میں شدید طیش چھلکنے لگا۔ اس نے خاور کا گریبان پکڑنے کی کوشش کی۔

"تمہیں ہاشم نے بھیجا ہے نا۔" مگر خاور نے سختی سے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر موڑے، اسے اوندھے منہ گرایا، کمر پہ گھٹنے سے دباؤ دے کر گرائے رکھا، اور ہاتھ پیچھے کر کے پکڑے۔ بمشکل قابو کیے، جیب سے رسی نکالی جو وہ کسی بھی ایسے موقعے کے لیے ساتھ لایا تھا، ہاتھ باندھے۔ وارث کی آنکھیں سر میں اٹھتے درد کی ٹیسوں کی شدت سے بند ہوئے جا رہی تھیں مگر وہ خود کو ہوش میں رکھنے اور مزاحمت کی کوشش کر رہا تھا۔ اس نے ٹانگ موڑ کر خاور کو دھکیلنا چاہا، مگر خاور اس سے زیادہ مضبوط اور ٹرینڈ تھا۔ اس نے سختی سے اسے نیچے دبائے رکھا اور اس کی ایڑیاں ایک ساتھ باندھ دیں۔ پھر کھڑا ہوا، کپڑے جھاڑے، بوٹ وارث کی کمر پہ رکھ کر اسے کروٹ لینے سے روکے اس نے موبائل نکالا۔

ہاشم ابھی تک مسکرا کر وہیں کھڑا کسی سے بات کر رہا تھا جب موبائل بجا اس نے خاور کا نام دیکھا، مسکراہٹ سمٹی۔ وہ معذرت کرتا، تیزی سے اوپر آیا۔ کمرے میں آکر دروازہ بند کیا، اور موبائل کان سے لگایا۔

"ہاں بولو!"

"آپ کو مجھے بتانا چاہیے تھا کہ وہ وہاں سے نکل چکا ہے۔"

"وہ یہاں سے نکل چکا ہے؟" ہاشم نے بے یقینی سے دہرایا۔

"وہ میرے سر پہ آگیا، مجھے اس کو زیر کرنا پڑا۔ وہ فارس کو سارے ڈاکومنٹس ای میل کر رہا تھا۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو؟ اس نے تمہیں دیکھ لیا؟" ہاشم دبا دبا سا غرایا۔ چہرہ سفید پڑا تھا۔

"آپ نے یہ فائلز نہیں دیکھی ہیں۔ اس کے پاس سب ثبوت ہیں۔ گواہ ہیں، ریکارڈز ہیں۔ آپ کے سائن شدہ کاغذات اور اگر میں اس کو نہ روکتا تو وہ یہ سب فارس کو بھیج دیتا۔"

"لعنت ہے تمہارے اوپر خاور! ایک کام تم ڈھنگ سے نہیں کر سکے۔" ہاشم کمرے میں چکراتا، غصے سے کہہ رہا تھا۔

وارث نے نقاہت سے گردن موڑی، حلق سے پھنسی پھنسی سی آواز نکلی۔

"ہاشم سے کہو وہ حساب دے گا۔"

خاور نے کوفت اور غصے میں زور سے اس کی پسلی پہ بوٹ کی ٹھوکر ماری۔ وہ ہلکا سا مسکرایا۔

"اب بتایئے، میرے لیے کیا حکم ہے؟ اس کا قصہ ختم ہو جائے تو کوئی ثبوت باقی نہیں رہے گا۔"

"نہیں، ہرگز نہیں۔" وہ بے چینی سے بولا، چہرے پہ پسینہ آ رہا تھا۔ پیشانی پہ ہاتھ رکھے وہ بیڈ کے کنارے بیٹھتا گیا۔ ارد گرد گویا دھماکے ہو رہے تھے۔

"سر؟ جلدی بتائیں کیا کروں۔"

"ٹھہرو۔ مجھے چند لمحے دو۔ چند لمحے خاور۔" اڑی رنگت اور ویران آنکھوں سے کہتے ہوئے ہاشم نے موبائل کان سے لگائے، دروازہ کھولا۔ ریلنگ کے اوپر کھڑے ہو کر دیکھا۔

لاؤنج کے وسط میں سارہ کی بیٹیاں کھڑی تھیں۔ سارہ زمین پہ جھک کر ان میں سے ایک کے جوتے کا اسٹریپ بند کر رہی تھی، ساتھ ہی نرم خفگی سے اس کو کچھ کہہ رہی تھی۔ یقیناً کوئی ایسی بات جو بچپن میں اس کی ماں اس سے کہا کرتی تھی۔ "کھلے تسمہ کے جوتوں سے نہیں بھاگو، تسمہ جوتے تلے آیا تو اوندھے منہ گرو گے۔"

وہ یک ٹک، کمزور، نقاہت زدہ سا ان دو معصوم بچیوں کو دیکھتا رہا۔ گردن خود بخود نفی میں ہلی۔ کیا وہ ایسا کر سکتا تھا؟ کیا اس کے پاس یہ سب کرنے کی وجہ ان کی معصومیت سے بھی عظیم تھی۔؟

اس کی نگاہیں ان سے گزر کر فاصلے پہ کھڑے اورنگ زیب کاردار پہ گئیں اور پھر ان ہی پہ ٹھہر گئیں۔ وہ ایک سیاست دان دوست کے ساتھ کھڑے ہنس کر کچھ کہہ رہے تھے۔ وہ خوش تھے یا سیاست کی ریہرسل کر رہے تھے۔ نیا کیریر، نیا جوا۔ کیا وہ اس موقع پہ ان کا کوئی اسکینڈل شائع ہونا افورڈ کر سکتا تھا؟ کوئی افیئر ہوتا، کوئی ناجائز اولاد، تو بھی چل جاتا۔ مگر قبائلی علاقوں کے دہشت گردوں سے تعلقات؟ کبھی بھی نہیں۔

ہاشم واپس کمرے میں آیا۔ فون ابھی تک کان سے لگا تھا۔ خاور منتظر تھا۔ ہاشم نے خود کو کہتے سنا۔

"خاور! اسے خودکشی لگنا چاہیے۔" اور موبائل بیڈ پہ پھینک دیا۔ کوٹ بھی اتار کر ساتھ ہی ڈالا۔

خاور نے حکم سن کر آنکھیں بند کیں، پھر چند گہرے سانس لیے۔ آنکھیں کھولیں۔ بوٹ وارث کی کمر سے ہٹایا۔ جھک کر اسے اٹھایا۔ وہ نیم جاں سا بمشکل کھڑا ہو پایا۔ آنکھیں بار بار بند ہو رہی تھیں اور وہ ان کو کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"تم کیا چاہتے۔" خاور نے جیب سے رومال نکال کر اس کے منہ میں ٹھونسا۔ میز قریب کی۔ اور وارث کو اس پہ بٹھایا۔ پھر گردن اٹھا کر پنکھے کو دیکھا۔

☼ ☼ ☼

اپنے کمرے میں چلتے ہاشم کے قدم من من بھر کے ہو رہے تھے۔ وہ باتھ روم تک آیا۔ چوکھٹ کو ہاتھ سے تھام لیا۔ آنکھیں بند کر لیں۔ کرب، درد، دم گھٹنے کی کیفیت۔ وہ چند لمحے یونہی کھڑا رہا۔

☼ ☼ ☼

خاور نے بستر کی چادریں اکٹھی کیں۔ گرہیں لگائیں۔ پنکھے کے گرد پھندا سا لٹکایا۔ وارث اس دوران بمشکل میز پہ بیٹھا تھا، یوں کہ گردن بائیں طرف بار بار لڑھکتی اور وہ بار بار اس کو سیدھا کرتا۔ سر کی چوٹ اس زاویے سے لگائی گئی تھی کہ اس کی ساری مزاحمت دم توڑ گئی تھی۔ خاور نے اسے کندھوں سے پکڑ کر اوپر کھینچا، مگر وہ اپنا پورا زور لگانے لگا، خاور نچلے ہونٹوں کو دانتوں سے دبائے، مزید قوت سے کھینچنے لگا۔ وارث کا سر اوپر ہوا، آنکھوں کے سامنے پھندا لہرایا۔ اس نے بے یقینی سے خاور کو دیکھا۔ ان آنکھوں میں خوف نہیں تھا۔ صرف بے یقینی تھی۔ اور شاید دکھ بھی۔ اور صدمہ بھی۔

☼ ☼ ☼

ہاشم نے آنکھیں کھولیں۔ باتھ روم کا دروازہ دھکیلا۔ اندر قدم رکھے، گرمائش بڑھی تو خودکار بتیاں خود بخود جل اٹھیں۔ پورا باتھ روم روشن ہو گیا۔

واش بیسن کی جگہ کھلی تھی۔ دو سنک لگے تھے۔ اوپر دیوار گیر شیشہ۔ وہ چوکھٹ چھوڑ کر سلیب تک آیا، دونوں ہاتھوں سے اسے تھاما، اور تھامے تھامے جھک گیا جیسے کوئی الٹی کرتے وقت جھکتا ہے۔

☼ ☼ ☼

خاور نے اسے کھڑا کر لیا تھا۔ اس کی گردن کے گرد

پھندا کستے ہوئے کافی دقت ہوئی کہ وہ مزاحمت کر رہا تھا' خود کو چھڑانے کی کوشش۔ ایک آخری کوشش۔ آخری امید' اوہ۔ زندگی کتنی عزیز ہوتی ہے۔ مگر پھندا کس گیا۔ پکا' زور کا۔ خاو نیچے اترا' ایک طویل اور ٹھنڈی سانس اندر اتاری جو ہڈیوں تک میں گھس گئی' اور پھر۔ زور سے میز کو ٹھوکر ماری۔

✡ ✡ ✡

ہاشم نے آنکھیں اٹھا کر آئینے میں دیکھا۔ وہ سرخ انگارہ ہو رہی تھیں۔ وہ جھکا' نل تلے ہاتھ لے گیا۔ پانی کی دھارا ابلی۔ ہاتھوں کے کٹورے میں جھیل جمع کی' اسے منہ پہ پھینکا۔ آنکھیں بند کیں۔ بوندیں چہرے سے لڑھکتی' گردن پہ ٹپکنے لگیں۔ شرٹ' کف' سب گیلے ہو گئے۔

خاور ٹھوکر مار کر پیچھے ہٹا۔ وارث نے سر ادھر ادھر مارتے' خود کو چھڑانے کی کوشش کی' چند ایک جھٹکے' اور۔ سانس حلق میں آپہنچا۔ زندگی کی ڈوری ٹوٹ گئی۔ پنکھے کے پھندے سے جھولتی لاش ساکت ہو گئی۔

خاور نے اس کے ہاتھ کھولے' جلدی جلدی پیر بھی علیحدہ کیے۔ رسی کو پلاسٹک بیگ میں احتیاط سے ڈالا۔ منہ میں ٹھونسا کپڑا نکال کر اس بیگ میں ڈالا' اسے سیل کیا۔ اور اس کے کاغذات' لیپ ٹاپ وغیرہ سمیٹنے لگا۔

✡ ✡ ✡

ہاشم سیدھا ہوا تو لیے سے چہرہ تھپتھپایا' بال دوبارہ برش کیے' اور کوٹ ٹھیک کرتا باہر نکل آیا۔ البتہ اس کے چہرے کا رنگ سفید تھا' پٹیوں میں لپٹی بے جان ممی جیسا سفید اور پژمردہ آنکھیں گلابی تھیں۔ سیڑھیاں اتر کر وہ نیچے آیا۔ سارہ اور بچیوں کے قریب سے گزر گیا' نگاہ ملائے بغیر۔

خاور کی واپسی تک پارٹی جاری تھی خاور پہنچ گیا' اور اسے ترچھی نظروں سے دیکھ کر سر اثبات میں ہلایا۔ ہاشم نے کرب سے آنکھیں بند کر لیں۔ خاور کنٹرول روم کی طرف چلا گیا۔ وہ وہیں کھڑا رہا۔ اس کے اندر بہت کچھ ٹوٹ جڑ رہا تھا۔

فارس اور حنین وہاں پہنچ گئے تھے۔ دونوں خاموش تھے۔ حنین آکر سعدی کے ساتھ کھڑی ہو گئی۔ زمر نے نرمی سے اسے مخاطب کیا۔

"حنین تمہاری دوست سے ملاقات ہو گئی؟" حنین نے ایک خفا خفا سی نظر دور زرتاشہ سے کچھ کہتے فارس پہ ڈالی اور "جی" کہہ کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔ زمر خاموش ہو گئی' وہ اس کھنچے کھنچے رویے کی عادی تھی' پھر بھی۔

زرتاشہ تندی سے فارس کو دیکھ رہی تھی۔

"عین پارٹی والے دن ہی حنین کو کہیں جانا تھا اور آپ کو ہی لے جانا تھا؟" وہ دبے دبے غصے سے فارس کو دیکھ کر بولی۔

"یہ پارٹیز تو ہر ہفتے ہوتی ہیں۔" اس نے حسب عادت شانے اچکائے۔ ادھر ادھر دیکھا' حنین ذرا دور تھی' زمر ساتھ تھی' اس نے نگاہیں پھیر لیں۔

"اور آپ صرف ان ہی پارٹیز کو کیوں اٹینڈ نہیں کرتے جن میں پراسیکوٹر صاحبہ ہوتی ہیں۔"

فارس نے بری طرح چونک کر اسے دیکھا کر پھر بے اختیار حنین کی طرف (کہیں حنہ نے اس سے بھی تو کچھ نہیں کہہ دیا؟) پھر ذرا غصے سے زرتاشہ کو۔ "کیا مطلب ہے اس فضول بات کا؟"

"آپ نے اس کا رشتہ مانگا تھا' نہیں ملا' پھر بھی آپ کے دل میں کیا ہے جو آپ اس سے اعراض برتتے ہیں؟" فارس کے ابرو ناگواری سے سکڑے۔

"میں نے اس کا رشتہ؟ یہ کس نے کہا تم سے ہاں"

"آپ نے نہیں بتایا تو کیا۔ کوئی اور نہیں بتا سکتا؟"

"تم سے کس نے کہا ہے؟" وہ سختی اور طیش سے دبا دبا سا غرایا۔ زرتاشہ ذرا دھیمی ہوئی۔ شوہر کے موڈ کے اتار چڑھاؤ۔ اف

"ہاشم بھائی نے بس اتنا۔۔۔"

فارس نے بغیر پلٹا' اور تیز تیز قدم اٹھاتا اندر گیا' ڈائننگ ہال کی چوکھٹ عبور کرکے دائیں بائیں دیکھا' غصے سے کنپٹی کی رگ ابھر آئی تھی۔

دائیں طرف ہاشم پشت کیے کھڑا کسی خاتون سے بات کر رہا تھا۔ فارس تیزی سے اوپر آیا۔ قریب آکر اس کو مخاطب کیا "خاتون دو منٹ دیں' مجھے بات کرنی ہے۔"

ساتھ ہی سخت نظر ہاشم پہ ڈالی' خاتون تو فوراً ہٹ گئی' مگر ہاشم نے چونک کر اسے دیکھا۔ "کیا ہوا؟"

"تمہیں لگتا ہے مجھے پتا نہیں چلے گا کہ تم کیا کرتے پھرتے ہو میرے پیٹھ پیچھے؟" ہاشم کے حلق میں کچھ اٹکا' ویران نگاہوں سے فارس کو دیکھا' گلاس پکڑے ہاتھ پہ نمی ابھری۔ اسے کیسے پتا چلا؟

"میں واقعی نہیں سمجھا۔"

"میرے بارے میں میری بیوی سے بکواس مت کیا کرو ہاشم!" وہ جلتے غصہ سے بولا ہاشم کے تنے اعصاب اتنی تیزی سے ڈھیلے ہوئے' رکا سانس بحال ہوا۔ (اوہ تو یہ بات ہے)

"میں اب تک نظر انداز کرتا آیا ہوں جو ہر وقت تم اسے میری اور اپنی مالی حیثیت کا فرق جتاتے رہتے ہو۔ کبھی میری کسی بات کو نشانہ تنقید بناتا کبھی کسی کو مگر اب مزید یہ نہیں ہوگا تمہارے لیے یہ صرف ایک مشغلہ ہے' مگر اس سے میرا گھر ڈسٹرب ہو رہا ہے آئندہ۔" انگلی اٹھا کر تنبیہہ کی۔ "آئندہ میری بیوی سے دور رہنا ورنہ میں بہت برا پیش آؤں گا۔"

کہہ کر وہ مڑ گیا۔ ہاشم خلاف معمول خاموشی مگر سکون سے اسے جاتے دیکھتا رہا' پھر واپس پلٹ گیا۔ اندر کا سارا اضطراب چھپائے۔

دامن پہ کوئی چھینٹ نہ خنجر پہ کوئی داغ
تم قتل کرو ہو یا کرامات کرو ہو

اگلی فجر ابھی تاریک تھی جب جواہرات کی آنکھ کھلی وہ سیدھی اٹھ بیٹھی گردن موڑ کر دیکھا۔ اورنگ زیب کروٹ لیے سو رہے تھے دونوں کے درمیان کافی فاصلہ تھا۔ اس نے تلخی سے سر جھٹکا' جھک کر سلیپر پہنے اور کھڑکی تک گئی۔ باہر سیاہی تھی' روشنی سے ذرا پہلے کا اندھیرا عجیب گھٹن تھی فضا میں جیسے کوئی تعفن زدہ لاش کسی نے بیچ چوراہے پہ رکھی ہو اور اس کی بو نتھنوں میں گھس رہی ہو جواہرات کی خوب صورت آنکھوں میں ناگواری ابھری' گاؤن پہنا اور ڈوری کو گرہ لگاتی باہر نکل آئی۔

لاؤنج تاریک تھا۔ بتیاں آٹومیٹک تھیں۔ وہ جس جگہ داخل ہوتی وہاں بتی جل اٹھتی اس نے لاؤنج میں قدم رکھے بتیاں جلتی گئیں۔ وہ ڈائننگ ہال تک آئی۔ آگے نکل گئی۔ بتیاں ساتھ ساتھ بجھتی گئیں' اگلی جلتی گئیں' ڈائننگ ہال سے پرے ایک اور راہداری تھی اس کے آگے ایک کمرے کا دروازہ بند تھا' نیچے درز سے روشنی آ رہی تھی۔ وہ کنٹرول روم تھا' جواہرات ٹھٹھکی سے رکی' آہستہ سے قریب آئی' ساؤنڈ پروف دروازوں سے سننا ناممکن تھا۔ اس نے ہینڈل پکڑ کر گھمایا۔ دروازہ کھلتا گیا۔ ہاشم مضطرب سا ٹہلتا غصے سے کچھ کہہ رہا تھا اور خاور سامنے کھڑا سر جھکائے سن رہا تھا۔

"میں نے کیا بکواس کی تھی؟ اس کو خودکشی لگنا۔" ماں کو دیکھ کر وہ رکا مگر تاثرات نہیں بدلے۔ قریب آیا کہنی سے پکڑ کر حیران پریشان جواہرات کو اندر کیا۔ دروازہ بند کرکے لاک کیا' کرسی کھینچ کر کہا' بیٹھیں۔

وہ نہیں بیٹھی سنگینی محسوس کرکے بے چینی سے اس کا چہرہ تکنے لگی "ہاشم! کچھ غلط ہے' ہے نا؟"

"ہمارے پاس کوئی دوسرا آپشن نہیں تھا۔ وارث واحد شخص تھا جس کے پاس ہمارے خلاف ثبوت تھے میں نے خاور کو اوکے کر دیا' خاور نے اسے مار دیا ہے' اور یہ رہے سارے ڈاکومنٹس' اس کی فائلز' اس کا لیپ ٹاپ۔" اشارہ کیا ان پرزوں کی طرف۔

جواہرات بے دم سی ہو کر کرسی پر گر گئی۔ سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا خاور تفصیلات بتا تا رہا' آخر میں اس نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔ گلابی پڑتی آنکھوں سے ہاشم کو دیکھا۔

"کیا اس کی جان لینا ضروری تھا؟ کیا اب ہم قاتل بھی ہو گئے ہیں؟"

"اپنے خاندان کی حفاظت کرنے کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہوں میں۔ بہرحال اب یہ سوچنا ہے کہ آگے

کیا کرنا ہے۔"

"کیا مطلب؟ اس نے خودکشی کرلی' بات ختم۔ ثبوت ہمارے پاس ہیں۔" اس کی حیرانی پر ہاشم نے گھور کر خاور کو دیکھا اس نے سر جھکالیا۔

"خودکشی کب لگے گی وہ۔ اس نے اس کے ہاتھ باندھے۔ اس کے سر پر چوٹ لگائی کمرے جو مار رکھا۔ مزاحمت۔ کے سارے رائی جیسے نشان پوسٹ مارٹم رپورٹ میں پہاڑ بن کر نظر آئیں گے۔ تفتیشی افسر پوسٹ مارٹم کرنے والے ڈاکٹر اور کتنوں کا منہ بند کرنا پڑے گا۔ یہ خودکشی نہیں لگے گی۔" جواہرات اٹھ کھڑی ہوئی۔ بے چینی سے پھرتی رہی پھر چونک کر ہاشم کو دیکھا۔

"تو ٹھیک ہے۔ یہ قتل بھی ہوسکتا ہے ڈاکو آئے سامان لوٹا اور بندے کو مار دیا۔" اس نے چیزوں کی طرف اشارہ کیا جو خاور ساتھ لایا تھا۔

"آسان نہیں ہوگا۔ فارس کبھی بھی اتنے پہ نہیں بیٹھے گا۔" ہاشم بے چینی سے نفی میں سر ہلا رہا تھا' سب خراب ہوتا نظر آرہا تھا۔

"ہاشم! ڈونٹ وری' تم قتل کے وقت پارٹی میں تھے تمہارے پاس alibi (الی بائی) ہے۔"

جواہرات اپنی بات پہ خود ہی چونکی۔ ہاشم نے بھی چونک کر اسے دیکھا۔ خاور نے بھی بے اختیار سر اٹھایا۔

"الی بائی!" ہاشم کسی سوچ میں بھٹک گیا۔ (یعنی کسی شخص کا جرم کے وقت کسی دوسری جگہ پر موجودگی کی شہادت ہونا۔

"مگر۔" جواہرات تیزی سے اس کے قریب آئی اس کی آنکھیں امید سے چمکنے لگیں۔ "فارس پارٹی میں نہیں تھا۔ وہ خاور کی واپسی کے ہی بعد آیا۔ اس دوران وہ جاکر قتل کرسکتا ہے اور واپس آسکتا ہے خاور کے یہاں ہونے کے گواہ ہم دونوں ہوں گے اور ہاشم کی گواہی تو سارے مہمان دیں گے۔"

"فارس۔" وہ سوچتی نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔ "فارس پارٹی میں نہیں تھا' فارس سوتیلا بھائی ہے' فارس قاتل ہوسکتا ہے۔"

"ہمیں یہ سب فارس پہ پلانٹ کرنا ہے۔" جواہرات نے آگے آکر دائیں بائیں ترتیب سے لگی چیزوں کو دیکھا رسیاں' پلاسٹک بیگ میں تھیں "اس پہ وارث کا ڈی این اے ہوگا' یہ سب اگر پولیس کو فارس کے گھر سے ملے تو اسے اپنی پڑجائے گی' وہ کیس کے پیچھے ہی نہیں پڑے گا۔"

ہاشم تذبذب سے سنتا رہا جو اسے اس کی ماں چمکتی آنکھوں کے ساتھ بتارہی تھی۔

☼ ☼ ☼

کہیں نہیں ہے کہیں بھی نہیں لہو کا سراغ
نہ دست وناخن قاتل نہ آستین پہ داغ

فجر قضا ہوچکی تھی۔ صبح طلوع ہونے لگی۔ فارس چابی انگلی میں گھماتا ہوا ہاسٹل کی عمارت کے احاطے میں آگے بڑھ رہا تھا۔ منہ میں گم چباتے وہ کسی گہری سوچ میں گم تھا۔ آج اتوار کی صبح تھی' خاموشی چھائی تھی۔ وہ چلتا گیا چلتا گیا پھر برآمدے میں رکا۔ وارث کے کمرہ کا دروازہ کھٹکھٹایا ایک دفعہ' دو دفعہ' سہ بار۔

پھر موبائل نکالا۔ کال ملائی فون آف تھا اس نے پھر ملایا۔ ساتھ والے کمرے سے ایک آفیسر نکل رہا تھا۔ فارس نے اسے روکا۔ وارث کا پوچھا۔ وہ فارس کو جانتا تھا۔

"ہاں' وہ اندر ہوگا۔ رات کو آگیا تھا پھر باہر نہیں نکلا۔" فارس نے اب کے ذرا زور سے دروازہ کھٹکھٹایا وہ نوجوان بھی ساتھ ہی کھڑا ہوگیا۔ چند لمحے وہ کھڑے رہے۔

"وارث۔ وارث۔ دروازہ کھولو۔" وہ قدرے فکر مندی سے دروازہ دھڑ دھڑانے لگا۔ آہستہ آہستہ دو چار مزید لوگ اکٹھے ہوگئے۔ فارس نے سارہ کو کال کی۔

"سارہ! وارث کہاں ہے؟" اسے اپنی آواز گھبرائی ہوئی سنائی دے رہی تھی۔

"میری بات نہیں ہوئی رات سے۔ ابھی اٹھی ہوں کال کرنے لگی تھی۔ آج ہم نے۔" فارس نے

بات سنے بغیر فون جیب میں ڈالا اور زور زور سے دروازہ کو ٹھوکریں مارنے لگا۔ وہ اندر سے مقفل تھا۔ دو آدمی آگے بڑھے زور سے دروازے کو ٹھوکریں ماریں۔ لوگ اردگرد اکٹھے ہوگئے۔ تماشا سا لگ گیا۔

تیسرے منٹ میں دروازے کا لاک ٹوٹا اور وہ اڑتا ہوا دوسری طرف جا لگا۔ پوری قوت سے فارس اندر گرتے گرتے بچا پھر سیدھا ہوا گردن اٹھائی تب اسے لگا وہ کبھی اپنے پیروں پہ کھڑا نہیں ہوسکے گا۔

پنکھے کے ساتھ وارث کی لاش جھول رہی تھی۔ اس نے چیخ و پکار سنی مگر کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ اس نے بھاگ کر سب سے پہلے وارث کے پیر پکڑ کر ذرا اٹھائے۔ گردن کی رسی ڈھیلی ہوئی مگر وہ محسوس کرسکتا تھا۔ یہ ٹانگیں بہت سرد تھیں۔ بے جان۔ فارس پیچھے ہٹا ہاتھوں کو پھیلائے سب کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کیا۔

"کوئی کسی چیز کو ہاتھ نہ لگائے' سب پیچھے۔"

اس کا رنگ سفید پڑ رہا تھا اور وہ اندر داخل ہونے سے سب کو روک رہا تھا سارہ کا فون ابھی بھی ہولڈ تھا۔ اسے بہت سے لوگوں کو خبر دینی تھی کیسے' وہ نہیں جانتا تھا۔

بس جانتا تھا تو ایک ہی بات۔ اسے اپنے جسم سے جان سی نکلتی محسوس ہو رہی تھی۔

سب ختم ہوگیا تھا۔

کب اشکوں سے جڑ سکتا ہے
جو ٹوٹ گیا' سو چھوٹ گیا

تین دن بعد۔

سارہ کی والدہ کے گھر میں سوگواری چھائی ہوئی تھی۔ وارث کے جنازے کو آج تیسرا دن گزر چکا تھا مگر وہاں پھیلی نادیدہ کافوری مہک اور میت کے گھر کی ویرانی برقرار تھی۔ سعدی اندر داخل ہوا تو باہر برآمدے کی ایک کرسی پہ پیر اوپر رکھے حنین بیٹھی تھی گال ہتھیلی پہ جمائے کسی غیر مرئی نقطے کو دیکھ رہی تھی آنسو ٹپ ٹپ گر رہے تھے۔ سعدی کے دل کو کچھ ہوا۔ وہ قریب آیا۔

وہ ہنوز سامنے دیکھتی رہی۔ آنسو گرتے رہے۔

"بھائی! وہ ماموں تھے فور گرانٹڈ پیار کرتے تھے' خیال رکھتے تھے سب فور گر تھا۔ ہمارا حق۔ اچھے لگتے تھے۔ عزت کرتی تھی میں ان کی' ٹھیک ہے' بات ختم تھی۔ تین دن سے میں خود حیران ہوں' میں دکھی سے زیادہ حیران ہوں مجھے آج پتا چلا ہے کہ میں تو ماموں سے بہت محبت کرتی تھی مجھے تو پتا ہی نہیں تھا کہ میں ان کو اتنا مس کروں گی میرا دل ایسے دکھے گا مجھے تو کبھی پتا ہی نہیں تھا بھائی۔ مجھے اٹھتے بیٹھتے ماموں کی شکل دکھائی دیتی ہے 'سوتے وقت آخری خیال۔ جاگتے وقت پہلا خیال۔ وارث ماموں۔ بس۔" اس نے بھیگی اجنبی نگاہوں سے سعدی کو دیکھا۔ "بس ایک دن چاہیے صرف ایک دفعہ مجھے ماموں سے دوبارہ ملنا ہے اور ان کو بتانا ہے کہ میں ان سے کتنی محبت کرتی ہوں۔ صرف ایک گھنٹے کے لیے۔ بھائی کیا ہم صرف ایک گھنٹے کے لیے بھی اپنی زندگیوں کو ریورس نہیں کرسکتے۔"

وہ خاموشی سے دیکھتا رہا پھر اٹھ گیا۔ دل ایسے اجڑا تھا کہ لگتا تھا آگے کچھ باقی ہی نہیں رہا دنیا میں۔

وہ اندر آیا۔ کچن میں ندرت کرسی پہ بیٹھی تھیں۔ ذکیہ بیگم دور بیٹھی آنسو پونچھتی تسبیح پڑھ رہی تھیں۔ سعدی آکر ماں کے ساتھ کھڑا ہوا کندھے پہ ہاتھ رکھا ندرت نے سر اٹھا کر سرخ آنکھوں سے اسے دیکھا۔ اردگرد بھری رشتے دار خواتین کو یکسر نظرانداز کیے اس سے پوچھا۔

"سعدی! لوگ اس ترتیب سے کیوں نہیں مرتے جس سے وہ پیدا ہوتے ہیں یہ چھوٹے پہلے کیوں مر جاتے ہیں؟ کیسے واپس لاؤں میں اسے؟"

سعدی کا دل بھر آیا۔ اس نے ماں کے کندھے سے ہاتھ اٹھایا اور مڑ گیا۔

اندر ایک کمرے میں بیڈ پہ سارہ بیٹھی تھی۔ اس کی سعدی کی طرف پشت تھی۔ اس کی ہمت نہیں ہوئی۔ چوکھٹ پہ رک گیا پھر دیکھا۔ بیڈ سائیڈ ٹیبل کے ساتھ وارث کی بیٹیاں کھڑی تھیں۔ اہل چپکے چپکے کہہ رہی تھی۔

"میرے بابا چلے گئے' اب میں اپنے بابا کو کیسے بلاؤں گی؟ اب مجھے ناشتا کون کرائے گا؟"

نور فرش پہ چوکڑی مار کر کہنیاں گھٹنوں پہ جمائے گالوں پہ ہاتھ رکھے بیٹھی تھی۔ ذرا سا سوچا پھر آنکھیں چمکیں' ہاتھ گال سے ہٹائے سر اٹھا کر بہن کو دیکھا اور چہک کر بولی۔

"کوئی بات نہیں۔ ہم بابا کو فون کرلیں گے' وہ ہمارا فون ہمیشہ اٹھاتے ہیں۔" اہل نے اداسی سے اسے دیکھا اور نفی میں سر ہلا دیا۔ وہ سمجھتی تھی اور جو سمجھتی تھی وہ چھوٹی بہن کو نہیں سمجھا سکتی تھی۔

نور اٹھی اور سارہ کا موبائل اٹھا کر جلدی جلدی بابا کا نمبر ملایا اور فون کان سے لگایا۔

"آپ کے مطلوبہ نمبر سے جواب موصول نہیں ہو رہا۔ برائے مہربانی تھوڑی دیر بعد کوشش کریں۔"

"کتنی دیر بعد کروں دوبارہ' سعدی بھائی؟" اس نے چوکھٹ پہ کھڑے سعدی کو پکارا' سارہ سب سن رہی تھی۔ اس کے نام پہ گردن موڑ کر دیکھا۔ وہ سر جھکا کر آگے آیا۔

سارہ کے سامنے زمین پہ پنجوں کے بل بیٹھا۔ سارہ نے بھیگی' ویران آنکھوں سے اسے دیکھا۔ اس کی ناک اور گال لال ہو رہے تھے۔

"میرا دل چاہتا ہے سعدی! میں اپنی تمام ڈگریوں کو کہیں پھینک آؤں۔ اتنے سال جن کے لیے میں نے ضائع کردیے! وہ سال میں وارث کے ساتھ بھی گزار سکتی تھی۔ کیا ہم زندگی کو ریوائنڈ نہیں کرسکتے؟ صرف ایک دن کے لیے۔ ایک سال کے لیے۔ تھوڑا سا زیادہ وقت۔ تھوڑی سی زیادہ مہلت سعدی۔" آنکھیں بند کیں ٹپ ٹپ آنسو چہرے پہ لڑھکتے گئے۔

"خالہ!" اس نے جھکا سر اٹھایا۔ "ہم ضرور ان کے قاتلوں کو ڈھونڈیں گے اور ان کو سزا دلوائیں گے۔" اس کے دل کی یاسیت اور اجڑا پن بڑھ گیا تھا۔

"کیا اس سے وارث واپس آجائے گا؟" پھر سارہ نے خود ہی نفی میں سر ہلایا۔ سعدی لاجواب ہوگیا۔

اس سوال کا جواب اس کے پاس تب نہیں تھا۔ یہ جواب اسے کئی سال بعد ملا تھا۔

☼ ☼ ☼

کون گواہی دے گا اٹھ کر جھوٹوں کی اس بستی میں
سچ کی قیمت دے سکنے کا تم میں یارا ہو تو کہو

بالکونی میں جواہرات اور ہاشم کھڑے تھے۔ دونوں مضطرب مگر بظاہر سکون سے دور انیکسی کی طرف دیکھ رہے تھے جس کے برآمدے میں پولیس کے چند اہلکاروں کے ساتھ فارس کھڑا کوئی بیان دے رہا تھا۔ وہ مسلسل بھنویں سکیڑے کچھ کہے جا رہا تھا اور آفیسر سن رہا تھا۔

"تمہیں وہ چیزیں اس کی گاڑی کے بجائے گھر میں پلانٹ کروانی چاہیے تھیں۔" جواہرات ناگواری سے سامنے دیکھتی بولی۔ ہاشم نے ہلکا سا نفی میں سر ہلایا۔

"کیوں بھول جاتی ہیں کہ اس کا گھر ہماری چار دیواری کے اندر آتا ہے کیا سوچے گا کہ جب کوئی باہر سے اندر سیکورٹی سے گزرے بغیر آ نہیں سکتا تو اس کے گھر تک کیسے پہنچ سکتا ہے؟ گاڑی تو پورے شہر میں گھومتی ہے۔"

مگر جواہرات کا اضطراب کم نہیں ہوا تھا۔

"کیا اب پولیس اسے گرفتار کرلے گی؟"

"نہیں' لیکن اگر اس نے "خودکشی نہیں قتل' قتل" کی رٹ نہ چھوڑی تو کرنا پڑے گا۔"

جواہرات تعجب سے اس کی طرف گھومی۔ "تو یہ سب کیا ہے؟ یہ تلاشی وغیرہ؟"

"صرف ایک وارننگ۔" ہاشم ہلکا سا مسکرایا پھیکی مسکراہٹ۔

جواہرات قدرے مضطرب سی واپس ادھر دیکھنے لگی جہاں فارس برآمدے میں کھڑا تھا۔ یہاں تک آواز نہیں آتی تھی۔ وہ صرف اس کی حرکات و سکنات سے اندازہ کر رہی تھی۔

"جھوٹ بول رہی ہے وہ سائیکاٹرسٹ۔" فارس بمشکل ضبط کرکے غرایا تھا۔ پولیس آفیسر خاموشی سے

سنتا گیا۔ "وارث نہ کبھی اس کے پاس گیا تھا نہ وہ کبھی اینٹی ڈپریشن دوائیں لیتا تھا یہ سب بکواس ہے یہ ایک قتل ہے اور آپ کو اس کی تفتیش کرنا ہوگی۔"

"پوسٹ مارٹم رپورٹ کے مطابق۔"

"میں نہیں مانتا اس رپورٹ کو۔ وہ میرا بھائی تھا' میں نے اسے غسل دیا ہے۔ اس کے جسم پہ تشدد کے نشان تھے۔"

"اور اس کی وضاحت کیسے کریں گے آپ؟" اس نے شفاف پلاسٹک بیگ میں رکھا موبائل اور رسی دکھائی۔ "ہم نے موبائل کے جی پی ایس کو آپ کی گاڑی تک ٹریس کیا اور یہ رسی۔۔۔ یہ سب چیزیں آپ کی گاڑی سے ملی ہیں۔" اس نے زور دے کر دہرایا۔ فارس کے لب بھنچ گئے۔

"تو؟ وہ اس رات ادھر ہی تھا' ہو سکتا ہے وہ اپنا موبائل میری گاڑی میں بھول گیا ہو یا کسی نے اس کو مجھ پہ پلانٹ کیا ہو۔"

"تو پھر کیا ہی اچھا ہو غازی صاحب! کہ یہ ایک خودکشی ہی ہو کیونکہ اگر یہ قتل نکلا تو یہ۔" پیکٹ لہرایا "آپ کے پاس سے برآمد ہوا ہے۔" فارس نے سمجھتے ہوئے اسے گھورتے اثبات میں سر ہلایا۔

"بالکل یعنی کہ میں اس کیس کو فالو نہ کروں ورنہ یہ میرے اوپر ڈال دیا جائے گا تو پھر جائیں' وہ کریں جو کرنا ہے کیونکہ میں تو اس کیس کو نہیں چھوڑوں گا۔"

باہر جانے کا راستہ بازو سے دکھایا۔ وہ خاموشی سے چلے گئے۔ فارس سوچتا کھڑا رہا۔ اس کا غم اب "غصے" کے مرحلے میں داخل ہو چکا تھا۔

☼ ☼ ☼

سعدی سارہ کے کمرے سے باہر آیا تو کچن میں گھنگھریالے بالوں کی جھلک دکھائی دی۔ زمر وہاں کھڑی تھی۔ اس وقت ندرت کو دوا دے رہی تھی۔ وہ روز آجاتی پھر ان کے ساتھ رہتی۔ سعدی کو دیکھ کر نرمی سے تسلی دینے کے انداز میں مسکرائی اور پھر باہر آگئی۔ وہ دونوں ساتھ ساتھ برآمدے میں آئے وہاں اب حنین نہیں تھی۔ زمر اس کی جگہ پہ بیٹھ گئی' سعدی ساتھ کھڑا ہو گیا۔

مایوس' شکستہ' پریشان۔

"ہم یعنی فارس ماموں اور میں پراسیکیوٹر آفس گئے تھے مگر وہاں کوئی بھی اس کیس کو شروع کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں پوسٹ مارٹم رپورٹ اور سائیکاٹرسٹ کی رپورٹ کے بعد تو بالکل بھی نہیں۔"

زمر نے ہمدردی سے اسے دیکھا۔

"سعدی! کیا یہ واقعی خودکشی تھی؟"

"زمر! یہ کیسی خودکشی تھی جس میں ماموں کے ہاتھ پہ رسی باندھنے کے نشان تھے' یہ قتل تھا۔ ان کی فائلز غائب ہیں۔ لیپ ٹاپ' فون غائب ہے۔"

"اوکے' میں پراسیکیوٹر بصیرت سے بات کرتی ہوں وہ یقیناً "یہ کیس۔۔۔؟"

"وہ کیوں زمر؟" وہ چڑ گیا' خفگی سے اسے دیکھا۔

"آپ کیوں نہیں؟"

زمر ایک دم رک گئی' اچنبھے سے سر نفی میں ہلایا۔

"میں؟ میں تو چھٹی پر ہوں۔"

"چھٹی والے دن ہی میرے ماموں قتل ہوئے تھے۔"

"مگر۔ سعدی۔ دیکھو بیٹا۔" وہ ذرا رسان سے کہتی آگے ہوئی۔ "مجھے بہت افسوس ہے' وارث بھائی بہت اچھے انسان تھے۔ بہت وضع دار اور رکھ رکھاؤ والے۔ جس دن سے یہ ہوا ہے ہم سب اپ سیٹ ہیں مگر میں نے اتنے سال بعد اب بریک لی ہے۔ سعدی! میرے پاس روز اتنے قتل کیسز آتے ہیں' میں بہت سوں کو بھگتا چکی ہوں' یہ کوئی بھی دوسرا پراسیکیوٹر لے سکتا ہے۔ میرا ہونا ضروری نہیں ہے۔"

"ہمیں آپ پہ اعتبار ہے' باقیوں پہ نہیں۔" وہ ضد کر رہا تھا۔

"مگر میں ایک ہفتے میں کیا کر لوں گی؟ پھر شادی کے وقت تو مجھے لازمی چھٹی پہ جانا ہوگا اور۔۔۔" وہ سمجھاتے ہوئے کہہ رہی تھی اور سعدی کا دماغ بھک سے اڑ گیا اس نے بے یقینی سے زمر کو دیکھا۔

"آپ۔ آپ شادی کیسے کر سکتی ہیں؟"

زمر ایک دم سے رک کر اسے دیکھنے لگی۔ "کیا مطلب؟"

"ہمارا ماموں قتل ہو گیا اور آپ کو اپنی شادی کی پڑی ہے؟"

زمر اٹھ کھڑی ہوئی' سعدی کے بالکل مقابل' وہ اب بھی ناسمجھی سے اسے دیکھ کر سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"سعدی۔۔۔ میری شادی کل نہیں ہے۔ ابھی آٹھ تو دن ہیں اور یہ تو پہلے سے طے تھا۔ کارڈ بٹ چکے ہیں اب اس ٹریجڈی کے بعد کوئی کوئی دھوم دھام نہیں ہوگی۔ شادی سادگی سے ہی ہوگی مگر حماد کی فیملی میں کتنے لوگ باہر سے چھٹی لے کر آئے ہیں۔ سب تیار ہے اب کینسل تو نہیں ہوگا نا بیٹا! جو ہوتا ہے وہ ہوتا ہے۔"

"اور ہماری فیملی' زمر؟ ہم کتنے ٹوٹ گئے ہیں ہمارے اس غم میں آپ ہمیں یوں چھوڑ کر شادی کرنے جا رہی ہیں۔" وہ بے یقین تھا اور زمر ابھی تک سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ وہ کیوں نہیں سمجھ رہا۔

"سعدی امی نہیں رہیں' ابا میری شادی کے بارے میں بہت وہمی ہو گئے ہیں۔ میں 29 سال کی ہوں میری ایک تیار شادی کینسل ہو گئی تھی' امی کی ڈیتھ کی وجہ سے پہلے ہم نے یہ شادی چھ ماہ آگے کی۔ اب دوبارہ تو آگے نہیں ہوگی نا۔"

"آپ اتنی خود غرض کیسے ہو سکتی ہیں؟" وہ صدمے میں تھا۔

زمر متحیر رہ گئی' بنا پلک جھپکے اس نے سعدی کو دیکھا "خود غرض؟" اسے اپنی آواز کسی کھائی سے آتی سنائی دی۔

"میں خود غرض ہوں سعدی؟"

"کیا آپ ہمارے لیے اس شادی کو آگے نہیں کر سکتیں؟"

مگر وہ ابھی تک یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔ خود غرض۔ خود غرض۔ خود غرض پھر لب بھینچ لیے۔

"ہمیں کسی سے صرف اتنی قربانی مانگنی چاہیے جتنی وہ دے سکے۔"

"مجھے نہیں پتا۔" اسے غصہ آنے لگا۔ "ہمارے خاندان میں ایک قتل ہوا ہے اور آپ پراسیکیوٹر ہیں۔ کیا آپ ہمارے لیے اتنا سا بھی نہیں کر سکتیں؟ ہمارے غموں کا کیا زمر؟"

اور میری خوشیوں کا کیا؟ وہ بس اسے دیکھتی رہ گئی کہہ نہ سکی۔ وہ غصے میں آگے بڑھ گیا۔ زمر نے گردن موڑ کر اسے جاتے دیکھا اور پھر پرس لے کر باہر نکل آئی۔

گھر آئی تو بڑے ابا قمیص کے کف بند کرتے آئینے کے سامنے کھڑے تھے۔ وہ کہیں جا رہے تھے ساری دوپہر وہ بھی سارہ کی طرف تھے شاید آرام کر کے ادھر ہی جا رہے تھے۔ امی کے جانے کے بعد ذرا کمزور ہو گئے تھے مگر مضبوط رہنے کی اداکاری اچھی کر لیتے اسے دیکھ کر مسکرائے مڑے وہ نہیں مسکرائی نہ مڑی۔ ان کو دیکھتی رہی۔ ان کی مسکراہٹ غائب ہوئی غور سے اس کو دیکھا۔

"تو پھر تم کتنی دیر کی تمہید باندھو گی؟" معلوم تھا وہ کچھ کہنا چاہتی ہے۔

"آپ فضیلہ آنٹی سے کہہ دیں کہ شادی دو ایک ماہ آگے کر دیں۔"

بڑے ابا کے ابرو سکڑے مزید غور سے اسے دیکھا۔

"کیوں؟"

"سعدی کے ماموں فوت ہوئے ہیں جوان موت ہے۔ کتنی خود غرضی کی بات لگے گی اگر میں۔۔۔" الفاظ بھرا گئے۔ مگر اسے رونا نہیں تھا۔

"خود غرضی؟" وہ اسے دیکھتے آگے آئے۔ بالکل سامنے "اور کدھر سے آرہی ہیں یہ باتیں؟" دروازے کو دیکھا جہاں سے وہ آئی تھی۔ "تم فوتگی کے گھر سے آرہی ہو' مطلب سعدی نے کہا ہے یہ سب؟"

"اوہو! اس نے کچھ نہیں کہا۔ میں خود کہہ رہی ہوں۔ شادی آگے جا سکتی ہے موت کی وجہ سے شادی آگے کرنی چاہیے۔ نہیں کی تو خود غرض ہوگی۔"

"اتنا تیز رد عمل' زمر یعنی واقعی اسی نے کہا ہے تو پھر بالکل خاموش ہو کر میری بات سنو۔" ذرا سختی سے ہاتھ اٹھا کر اسے روکا۔ "اگلی دفعہ جب سعدی کہے کہ شادی آگے کی جاسکتی ہے تو کہنا جب تمہاری دادی فوت ہوئیں تب میری تیار شادی چھ ماہ آگے کردی تھی' اگر وہ کہے کسی رشتہ دار کی موت پہ کی جاسکتی ہے تو کہنا۔ تمہاری دادی کی وفات کے صرف ایک ماہ بعد فارس نے شادی کی اور ہم نے کچھ نہیں کہا اور اگر وہ کہے کہ تم خود غرض ہو تو اسے بتانا کہ اس کی فیس کون دے رہا ہے۔"

"ابا!" اس نے تڑپ کر غصے سے ان کو دیکھا۔

"وہ صرف اتنا چاہتا ہے کہ میں یہ کیس لے لوں۔"

"یہ تمہاری مرضی ہے مگر میں شادی آگے نہیں کروں گا۔ ندرت سے بھی بات کرچکا ہوں' اس کو کوئی اعتراض نہیں۔ تمہاری شادی پہلے بھی سعدی کی وجہ سے نہیں ہوسکی تھی اور۔۔۔"

"وہ بچہ تھا' اس سے غلطی ہوئی تھی۔"

"وہ اب بھی بچہ ہے۔ اب بھی غلطی کررہا ہے۔" پھر ذرا دھیمے ہوئے "وہ اپنی طرف سے خلوص نیت سے ہی کہہ رہا ہے مگر وہ بچہ ہے۔ اس کو ان باریکیوں کی سمجھ نہیں۔ یہ موضوع ختم ہوا۔" وہ کالر ٹھیک کرتے باہر نکل گئے۔

زمر ان کو دیکھتی رہ گئی۔ ٹی وی پہ کوئی عورت کسی ڈرامے میں کہہ رہی تھی۔

"سچ کہتے تھے لوگ' بھانجوں' بھتیجوں کو پیار دو یا قربانی' وہ اپنی اولاد نہیں ہوتے۔" اس نے کوفت سے ریموٹ اٹھا کر ٹی وی بند کیا۔ موبائل پہ کال ملائی پھر بولی تو لہجہ سرد تھا۔

"سعدی! صبح مجھے آفس میں ملو۔ ہاں اپنے فارس ماموں یا جس کے ساتھ بھی آؤ مستغیث جو بھی ہے تب تک میں کیس کی پیش رفت پڑھ لوں گی۔" اور فون بند کردیا چہرے پہ البتہ ناخوشی تھی۔

زمر خوش نہیں تھی۔ بالکل بھی نہیں۔

مدعی نہ شہادت حساب پاک ہوا
یہ خون خاک نشیناں تھا رزق خاک ہوا

آفس میں وہ میز کے اس طرف کنٹرول چیئر پہ تھی سامنے تین کرسیوں پہ وہ تینوں تھے۔ بے چین سا آگے کو ہو کر بیٹھا اکیس سالہ کم عمر سعدی' اس کے بائیں طرف ٹانگ پہ ٹانگ رکھے سوٹ میں ملبوس' موبائل پہ ٹائپ کرتا ہاشم۔ تیسری کرسی پہ جینز اور گول گلے کی شرٹ میں ملبوس پیچھے ہو کر بیٹھا فارس۔ ہاشم چونکہ ان سے مسلسل تعاون کررہا تھا اور وہ ایک پریکٹس کرنے والا وکیل تھا' اس لیے اور خود اس کی پیش کش پہ اس کو ساتھ لائے تھے گو کہ وہ اور فارس آپس میں بات نہیں کررہے تھے۔

"یہ وہ تصاویر ہیں کندھوں پہ نشان' کمر پہ جو تایا کسی وزنی چیز سے مارنے کے' سر پہ چوٹ' ہاتھ پاؤں پہ رسی باندھنے کے نشان۔"

فارس ایک ایک چیز پہ انگلی لگا کر تصاویر اسے دکھا رہا تھا۔ زمر خاموشی سے ٹیک لگائے بیٹھی اسے سن رہی تھی۔ گھنگریالے بال جوڑے میں بندھے تھے ونگ چمک رہی تھی۔

"اس کا باس اس پہ استعفیٰ کے لیے دباؤ ڈال رہا تھا۔۔۔ فاطمی۔" ہاشم نے بنا چونکے سپاٹ چہرے کے ساتھ اسے دیکھا۔

"میں نے اسے استعفیٰ دینے سے منع کیا تھا مگر وہ پریشان تھا۔ آپ کو اس کے باس سے تفتیش کرنی ہوگی۔ اس کا لیپ ٹاپ' فائلز سب غائب ہیں۔ وہ یقیناً" جس کیس پہ تفتیش کررہا تھا' اس میں ملوث لوگوں نے اسے مروایا ہے۔" فارس کہہ رہا تھا پورے وثوق سے۔

زمر آگے ہوئی۔ سر اثبات میں ہلایا۔ ایک فائل نکال کر اس کے سامنے رکھی' کھولی۔ انگلی سے صفحہ پہ ایک جگہ دستک دی۔

"دو رسیاں' ایک موبائل فون' ایک کپڑا جو داخل تفتیش ہیں' ثبوت نمبر بارہ' تیرہ' چودہ اور پندرہ۔ جو کیس کا ریکارڈ ہے' یہ آپ کی گاڑی سے برآمد ہوا ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔" وہ سنجیدہ تھا۔

"فارس! اس کیس کو شروع کرنے سے پہلے میں اس بات کا تعین کرنا چاہتی ہوں کہ میں استغاثہ ہوں یا دفاع۔ اس لیے فی الحال ایک اٹارنی کی حیثیت سے میں ایک سوال پوچھنا چاہتی ہوں۔ آپ کا جواب اٹارنی کلائنٹ پریولیج کے تحت محفوظ رہے گا۔"

(اٹارنی کلائنٹ پریولیج یعنی موکل بتائی گئی کوئی بات چاہے وہ اعتراف جرم ہی ہو' وکیل کسی کو حتیٰ کہ پولیس کو بھی نہیں بتا سکتا' پریولیج توڑنے کی صورت میں وکیل کا لائسنس منسوخ ہوجائے گا اور وہ ساری زندگی وکالت پریکٹس نہیں کرسکے گا)

"اوکے!" فارس نے اچنبھے سے اسے دیکھ کر سر ہلایا۔ ہاشم ہلکا سا مسکرایا۔ وہ جانتا تھا گفتگو کدھر جارہی ہے۔ اس نے سعدی کا کندھا تھپکا۔ "ہم باہر چلے جاتے ہیں۔"

"کوئی ضرورت نہیں ہے۔" فارس نے زمر کو دیکھتے ہوئے ہاتھ اٹھا کر روکا۔ سعدی نے ناسمجھی سے سب کو دیکھا۔ زمر آگے ہوئی۔ سنجیدگی سے فارس کو دیکھا۔

"کیا آپ نے اپنے بھائی وارث غازی کا قتل کیا ہے؟ یا کیا کسی بھی طرح آپ اس قتل میں ملوث ہیں؟"

سعدی کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔ اس نے بے یقینی سے زمر کو دیکھا۔ فارس کے جبڑے بھنچ گئے ہاشم نے بمشکل مسکراہٹ روکی۔ (انٹرسٹنگ)

"نہیں۔ ہرگز نہیں۔" وہ رکا۔ اسے واقعی صدمہ ہوا تھا۔ "آپ کیسے سوچ سکتی ہیں کہ میں اپنے بھائی کو مار سکتا ہوں؟"

"فارس! آپ قانون بھی جانتے ہیں اور تفتیش کا طریقہ کار بھی۔ آپ نے بھی بہت سی تفتیش اس طرح شروع کی ہوں گی اور آپ خاموش ہیں۔" اس نے جذباتی ہو کر کچھ کہتے سعدی کو سختی سے ہاتھ اٹھا کر خاموش کرایا مگر وہ چپ ہونے پہ آمادہ نہیں تھا۔

"پھپھو! آپ یہ کیا۔۔۔"

"میں اس وقت آپ کی پھپھو نہیں ہوں سعدی' میں پراسیکوٹر ہوں' میں بالکل بھی مداخلت برداشت نہیں کروں گی اگر آپ نے دوبارہ ٹوکا تو میں آپ کو باہر جانے کا کہہ سکتی ہوں۔" وہ خاموش ہو کر پیچھے ہو گیا البتہ بار بار فارس کو دیکھتا تھا۔ وہ فارس کی طرف متوجہ ہوئی۔ سنجیدہ' سپاٹ۔

"تو پھر یہ آپ کی کار سے کیوں برآمد ہوئے؟"

"کسی نے مجھے سیٹ اپ کرنے کی کوشش کی ہے۔"

"اوکے۔" زمر نے اثبات میں سر ہلایا۔

"سو میں اس بات کو سچ سمجھوں کہ آپ اس قتل میں ملوث نہیں ہیں۔"

"وہ میرا بھائی تھا میڈم پراسیکوٹر! میں اپنے بھائی کو قتل کیوں کروں گا؟"

"کیا بس یہی ڈیفنس (دفاع) ہے آپ کا؟" وہ سپاٹ لہجے میں بولی جیسے مایوس ہوئی ہو۔

فارس خاموش رہا۔ اسے اب احساس ہوا تھا کہ زمر اس کی طرف ہے۔ خلاف نہیں۔ وہ دھیما پڑا۔

"نہیں' میرے پاس alibi (ایلی بائی) ہے۔ میں اس وقت حنین اپنی بھانجی کو اس کی دوست کی طرف لے کر گیا تھا ایک ہوٹل میں۔ یقیناً" ہوٹل کے سی سی ٹی وی کیمرہ میں میرے آنے اور جانے وغیرہ کا وقت ریکارڈ ہوگا۔ اور میں اس لڑکی کو گواہ کے طور پر بھی پیش کرسکتا ہوں۔"

"اب یہ ہے بہتر ڈیفنس!" زمر نے سر ہلاتے ہوئے نوٹس لیے پھر اسے دیکھا۔ "آپ کو مجھے اپنی ایلی بائی سے ملوانا ہوگا۔ میں یقین دہانی کے بعد ہی کیس plead کروں گی۔"

"اوکے۔ کل تک اسے ادھر لے آؤں گا یا آپ کو ادھر لے جاؤں گا۔ ڈن؟"

"شیور!" زمر نے چند اور نوٹس لیے پھر سر اٹھا کر سوچتی نظروں سے اسے دیکھا۔ "پولیس نے آپ کو گرفتار نہیں کیا' گاڑی سے یہ سب ملنے کے باوجود بھی۔" ان چیزوں کی تصاویر کی طرف اشارہ کیا۔

"کیونکہ میرا خیال ہے' یہ وارننگ تھی کہ میں اسے خودکشی سمجھ کر بند کردوں ورنہ وہ اسے میرے اوپر ڈال دیں گے۔"

"ہوں' اب ہم کس سمت بڑھ رہے ہیں۔" تب ہی ہاشم کھنکھارا۔

"آئی ایم شیور' فارس بے گناہ ہے۔" ساتھ ہی فارس کے تاثرات دیکھے۔ وہ ذرا نرم ہوئے۔ سر کے اثبات سے ہاشم کی بات کی تائید کی اور اٹھ گیا۔

"ہر چیز کے لیے شکریہ میڈم پراسیکیوٹر!" اور فارس باہر نکل گیا۔ سعدی قدرے بے چین' قدرے الجھا ہوا تھا' زمر سے بات کرنے کے لیے لب کھولے مگر پھر رعب کھایا گیا' وہ بغیر کچھ کہے باہر چلا گیا۔

ہاشم سب سے آخر میں اٹھا۔ مسکرا کر زمر کو دیکھا۔

"آپ کا کیا خیال ہے' کیا فارس بے گناہ ہے؟"

وہ سامنے پھیلے صفحے سمیٹتے ہوئے ذرا شانے اچکا کر بولی۔ "میری رائے میٹر نہیں کرتی۔"

"کم آن' اب تو ہم دوست ہیں۔"

"نہیں۔ ہم بالکل بھی دوست نہیں ہیں۔" زمر نے سنجیدگی سے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔ "بہرحال میرا خیال ہے کہ وہ بے گناہ ہے۔"

ہاشم کے گلے میں پھندا سا لگا۔ بہرحال وہ مسکراتا رہا۔ "اور کس بات سے آپ کو یہ لگا؟"

"قتل کیس میں تین چیزیں ہوتی ہیں۔ قاتل' مقتول اور وجہ قتل۔ اس تکون میں قاتل کی جگہ فارس فٹ نہیں آتا۔ کیونکہ اس کے پاس اپنے بھائی کو مارنے کے لیے کوئی وجہ' کوئی مقصد نہیں ہے۔ وہ کیوں مارے گا وارث غازی کو؟"

"ہوں۔" سر اثبات میں ہلاتے' ہاشم مڑ گیا۔ مڑتے ساتھ ہی چہرے سے مسکراہٹ غائب ہوئی' اور اس کی جگہ سختی نے لے لی۔ خود پہ سو دفعہ لعنت بھیج کر وہ باہر نکلا۔

"آخر اتنی اہم بات وہ کیسے مس کر گیا؟"

فارس اور سعدی باہر کھڑے تھے۔ وہ کوٹ کا بٹن بند کرتا' ان تک آیا۔ ہلکا سا مسکرایا۔

"ڈی اے کو تمہاری بات پہ یقین ہے فارس۔ اب تمہیں اس کو اپنے الی بائی سے ملوانا ہے بس۔" ذرا رک کر سوال کیا۔ "تمہاری بھانجی کی دوست' کون ہے اور کہاں رہتی ہے؟" وہ ذہن میں ایک نیا لائحہ عمل ترتیب دیتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"وہ امریکن ہے۔ گوری۔ ہوٹل میں رہ رہی ہے۔ کل ملوادوں گا میڈم سے اس کو۔" وہ ناخوش لگ رہا تھا۔

"کیا نام ہے اس کا؟"

"علیشا۔" سعدی نے جواب دیا۔ وہ اب اداس اور مضمحل سا فارس کے پیچھے جا رہا تھا۔ اس ساری کارروائی سے قطعاً" ناخوش نہیں لگ رہا تھا۔

ہاشم لب بھینچے' بے تاثر نگاہوں سے اسے جاتے دیکھے گیا۔ گردن میں گلٹی سی ابھر کر غائب ہوئی۔ اس نے ہلکا سا سر جھٹکا' گویا کہ نظر انداز کرنے کی کوشش کی' مگر۔ ذہن میں کچھ کھٹک گیا تھا۔ "علیشا۔ امریکن۔"

"ہے' سعدی!" اس نے اسے پکارا۔ دور جاتا سعدی پلٹا۔ دھوپ کے باعث آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا۔

"فارس سے کہو' مجھے اپنی الی بائی کا نام' ہوٹل کا پتا وغیرہ ٹیکسٹ کرے' میں اس کریڈیبلٹی چیک کر لیتا ہوں' کورٹ میں ہر زاویے سے اسے جج کیا جائے گا۔"

"اوکے!" سعدی مڑ گیا فارس دور جا رہا تھا۔ وہ اس کے پیچھے چلا گیا۔

ہاشم وہیں کھڑا ان کو دیکھتا رہا۔ پھر موبائل نکالا' کال ملائی۔

"خاور۔ کچھ دیر میں ایک عورت کا نام اور ہوٹل کا پتا ٹیکسٹ کرتا ہوں۔ مجھے اس کے بارے میں اتنی معلومات چاہئیں جتنی اس کی سگی ماں کو بھی نہ ہوں۔" کرختگی سے کہہ کر فون بند کر دیا۔

☆ ☆ ☆

چار سال بعد۔

حماد اور سعدی کے مشترکہ رشتہ دار کی شادی کے فنکشن میں کھڑا ہاشم بنا کسی کرختگی کے' مسکرا کر کسی سے بات کر رہا تھا۔ اس کے مخاطب نے قہقہہ لگایا تو ماضی میں کھوئی حنین چونکی' اردگرد دیکھا۔ وہ رنگوں اور روشنیوں سے سجے فنکشن میں کھڑی تھی۔ ہاتھ میں پکڑے پیالے کا ٹھنڈا میٹھا گرم ہو گیا تھا۔

وہ دھیرے دھیرے چلتی واپس اپنی میز تک آئی۔ سست روی سے بیٹھی۔ زمر اب وہاں نہیں تھی۔ حنین نے ذرا کی ذرا گردن موڑی۔ وہ قدرے فاصلے پہ جواہرات کے ساتھ کھڑی تھی۔ حنین کی "رشتے کو انکار کرنے والی بات۔" پہ ابھی تک اسی کے وہی تاثرات تھے۔ شاکڈ' سوچ میں ڈوبی ہوئی۔ حنین نے ہونہہ کر کے رخ موڑ لیا اور سوفلے کھانے لگی۔

"کیا تم یہ سوچ رہی ہو کہ یہاں آ کر تم نے غلطی کی؟" جواہرات نے مسکرا کر' نزاکت سے اپنے بال انگلی سے ہٹائے اور ساتھ کھڑی زمر کو دیکھ کر پوچھا۔ وہ خود بین گلے والے لمبے آف وائٹ گاؤن میں ملبوس تھی اور ہمیشہ کی طرح جوان اور تروتازہ لگ رہی تھی' زمر نے دور دولہا دلہن کو دیکھتے شانے اچکائے۔

"مجھے فرق نہیں پڑتا۔"

"آئی ایم سوری' اس دن سونیا کی سالگرہ پہ بھی میں نے ایسی ہی بات کر کے تمہیں دکھی کر دیا تھا۔"

جواہرات نے نرمی سے اس کا ہاتھ دبایا۔ زمر پھیکا سا مسکرائی' بولی کچھ نہیں۔

"میں دانستہ طور پر تمہیں احساس دلانے کو ایسی باتیں کر جاتی ہوں۔ تم خود دیکھو اپنے آپ کو۔ اس شخص کے پیچھے تم خود کو ضائع کر رہی ہو۔ ڈپریشن ایک مرض ہے اور تم اس سے صحت یاب نہیں ہو سکیں۔" وہ نرمی سے کہہ رہی تھی۔ زمر پھر سے سامنے دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات رقم تھے۔

"تم کبھی آگے نہیں بڑھ سکو گی اگر تم فارس سے انتقام نہ لو۔ وہ اس سب کا ذمہ دار ہے اور وہ آزاد گھوم رہا ہے۔"

"میں نے چار سال انتظار کیا کہ شاید کورٹ اس کو سزا دے' مگر۔ مگر وہ کل بھی سب کی نظر میں بے گناہ تھا' آج بھی وہ بے گناہ ہے۔" وہ سامنے دیکھتے ہوئے تلخی سے بولی۔

"تو پھر اب کیا کرو گی؟ خاموش ہو کر بیٹھ جاؤ گی؟" وہ احتیاط سے زمر کے تاثرات دیکھتی ضربیں لگا رہی تھی۔

"اونہوں۔ اب میں اپنا انتقام خود لوں گی۔" وہ سرد اور سپاٹ سی ہنوز دولہا دلہن کو دیکھ رہی تھی۔ جواہرات کی آنکھیں چمکیں' ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلتے گئے۔

"تم کچھ پلان کر چکی ہو۔ میں تمہاری مدد کر سکتی ہوں اگر تم چاہو تو۔ آخر فارس نے بے وجہ تم پہ اتنا ظلم۔"

"وجہ تھی اس کے پاس۔" زمر نے رخ پھیر کر جواہرات کو دیکھا۔ "اس کا رشتہ میرے پیرنٹس نے ٹھکرایا تھا' وہ یہی سمجھا کہ میں نے ٹھکرایا ہے سو اس نے مجھے ایسا بنا دیا کہ میں ہمیشہ کے لیے ٹھکرا دی جاؤں۔"

جواہرات نے نرمی سے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔ "آئی ایم سوری۔"

"میں نے اس کی تمام کیس فائلز پراسیکیوٹر بصیرت سے مانگ لی ہیں۔"

جواہرات کے حلق میں کچھ اٹکا۔ بظاہر مسکرا کر اس نے حیرت سے کہا۔ "مگر۔ تم قانون سے مایوس ہو' پھر اس کیس کو ری اوپن کرنے کا فائدہ؟"

"ری اوپن نہیں کرنا' صرف پڑھنا ہے اور دیکھنا ہے کہ اس میں کوئی چنگاری باقی ہے یا نہیں۔ اور مجھے امید ہے کہ میرے دل کی طرح یہ کیس بھی مردہ ہو چکا ہے۔ یوں میری حجت تمام ہو جائے گی۔"

"اوہ۔ تم خود کو مطمئن کرنا چاہتی ہو کہ انصاف کا راستہ چھوڑ کر انتقام کا رستہ تم نے قانون سے مکمل مایوسی کے بعد اپنایا؟" جواہرات کی اٹکی سانس بحال ہوئی۔ دلچسپی بڑھ گئی۔

زمر نے اثبات میں سر ہلایا۔ اردگرد کے لوگوں سے

بے نیاز وہ دونوں مدہم آواز میں بات کر رہی تھیں۔

"تو۔ اس کے بعد تم کیا کرو گی؟"

"مسز کاروار' جب یہ سب ہوا تھا' اور میں نے فارس کو اپنا ملزم نامزد کیا تھا' تب کسی نے میری بات کا یقین نہیں کیا۔ اگر کورٹ اس کو سزا دے دیتا' تب بھی سعدی' ابا' حنین' سب کو یہ ظلم لگتا۔ کوئی کبھی نہیں مانے گا کہ فارس نے یہ سب میرے ساتھ کیا۔ اس نے مجھے اس جرم کی سزا دی جو میں نے کیا ہی نہیں تھا۔"

"اور اب تم کیا کرو گی؟"

زمر نے گال پہ آئی گھنگھریالی لٹ انگلی پہ لپیٹی' ذرا مسکرا کر جواہرات کو دیکھا اور آہستہ سے بولی۔ "میں اس کو ایک ایسے جرم کی سزا دوں گی جو اس نے نہیں کیا ہو گا۔ اور میں اس کو اس سب میں اس طرح پھنساؤں گی کہ سعدی' بڑے ابا' سب اسے مجرم مانیں گے۔"

"مگر۔ زمر۔ کسی کو سیٹ اپ کرنا ایک مشکل کام ہے۔ تمہیں اس کے لیے فارس کے پل پل کی رپورٹ چاہیے ہو گی۔ اس کے بینک اکاؤنٹس' کریڈٹ کارڈز' کانٹیکٹس' کمپیوٹرز' ہر شے تک رسائی چاہیے ہوگی اور سب سے بڑھ کر آخر میں تمہیں خود اس سے نکلنے کا محفوظ راستہ چاہیے ہو گا تاکہ کوئی تم پہ شک نہ کر سکے۔ یہ سب تم کیسے کرو گی؟"

جواہرات ذرا الجھی تھی۔ زمر کی مسکراہٹ میں مزید تلخی آگئی۔

"ہے ایک طریقہ مگر اس پہ خود کو راضی کرنے کے لیے مجھے کچھ وقت چاہیے۔"

جواہرات نے قدرے چونک کر اسے دیکھا۔ "کیسا طریقہ؟"

وہ جواب میں اتنا آہستہ بولی کہ جواہرات کو بمشکل سنائی دیا۔

"In Sickness and in health
Till Death do us apart"

(بیماری میں اور صحت میں ہم ساتھ رہیں گے حتیٰ کہ موت ہمیں جدا کردے)

جواہرات بالکل سن رہ گئی۔ اس نے بے یقینی سے زمر کو دیکھا۔

"تم ایسا نہیں کر سکتیں۔"

"میں سب کچھ کر سکتی ہوں۔ اسے مجھ سے شادی کرنا تھی' جو نہیں ہوئی اور اس نے میرے ساتھ جو کیا' وہ پوری دنیا نے دیکھا۔ بس کچھ دن لگیں گے' پھر میں خود کو راضی کرلوں گی اس شادی پہ' اور اس کے بعد جو میں اس کے ساتھ کروں گی' وہ بھی پوری دنیا دیکھے گی۔"

"تم اپنی زندگی کے ساتھ اتنا بڑا جوا کیسے کھیل سکتی ہو؟"

"میری زندگی تھوڑی سی رہ گئی ہے مسز کاردار۔ چار سال تک تو یہ گردے چل گئے' مگر اب شاید ہی مزید چار سال چلیں۔ اس تھوڑی بہت زندگی میں مجھے بس ایک کام کرنا ہے۔ سعدی اور ابا کو دکھانا ہے کہ میں سچ بول رہی تھی' اور فارس کو اس کے کیے کی سزا دلوانی ہے۔ بس۔"

جواہرات نے چونک کر اسے دیکھا۔ "اوہ اور تم یہ سب اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کو مجھے نہیں بتا رہیں۔ تمہیں میری مدد چاہیے' ہے نا۔"

زمر ہلکا سا مسکرائی۔

"میں آپ کے ساتھ اپنے دل کا بوجھ کیوں ہلکا کروں گی' آف کورس مجھے آپ کی مدد چاہیے۔"

(باقی آئندہ ماہ ان شاءاللہ)